قال الله تعالیٰ وقرآنا فرقناه لتقرأه على الناس على مكث ونزلناه تنزيلا

چوں آیت موصوفہ دال ست بر نافعیت تعلیم تدریجی برائے عامۂ ناس

حاضر باشد یا بادی ✣ ونیز بر ضرورت تعلیم علوم قرآنیہ یعنی دینیہ کہ مشتمل ست بر جملہ

مقاصد و مبادی ✣ پس اتباعاً للنص المزبور ✣ صحیفۂ شہریہ کہ متدرج ست بتدریج شہور

مسمیٰ بہ

الہادی

نمبر ۳	بابت ماہ رجب المرجب ۱۳۴۵ھ	جلد ۳

کہ جامع ست انواع علوم دینیہ را برائے ہر طالب جادی و مذکر ست در ہر مجلس و نادی

و مسکن ست برائے ہر جائع و صادی ✣ بصورت ترجمہ رسالہ ترغیب و ترہیب و تسہیل المواعظ

و حل انتباہات و کلید مثنوی و تشرف و امیر الروایات کہ اکثر آں مستفاد ست از

درگاہ ارشادی یعنی خانقاہ اشرفی امدادی ✣ باداراۃ محمد عثمان عامی ✣ در مطبع اسلامی

در محبوب المطابع دہلی مطبوع گردید

از کتب خانۂ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی بزندہ پوری صحیفہ میگردد

ﮦ ہذا التفسیر العام ماخوذ من الحدیث اقتضی تبیانا بکتاب اللہ و قضی بالرحم ۱۲

فہرست مضامین

رسالہ الہادی بابت رجب المرجب ۱۳۴۵ھ ہجری

جو بہ برکت دُعاء حکیم الامۃ محی السنۃ حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہم العالی

کتب خانہ اشرفیہ دریبہ کلان دہلی سے شائع ہوتا ہے

اُصول و مقاصد رسالہ الہادی اور ضروری اطلاعین

(۱) رسالہ ہذا کا مقصود امۃ محمدیہ کے عقائد و اخلاق و معاشرت کی اصلاح ہے۔

(۲) یہ رسالہ ہر قمری مہینے کی تیسری تاریخ کو بحمد اللہ عین تاریخ پر ہی شائع ہوتا ہے۔

(۳) کسی ماہ کا رسالہ علاوہ ٹائیٹل کے ڈھائی جزسے کم نہ ہوگا۔ بعض مرتبہ کسی مضمون کی تکمیل کی ضرورت سے اس سے بھی بڑھ جانا ممکن ہے اور قیمت سالانہ دو روپے آٹھ آنہ ہے۔

(۴) سوائے ان صاحبوں کے جو پیشگی قیمت ادا فرما چکے ہیں جملہ حضرات خریداران کی خدمت میں رسالہ وی پی بھیجا جائیگا۔ اور دو آنہ خرچ رجسٹری اضافہ کرکے دو روپے دس آنہ کا وی۔ پی روانہ ہوگا۔ جبیرو دو آنہ فیس منی آرڈر ڈاکخانہ اضافہ کریگا اور دو روپے بارہ آنے کا وی۔ پی پہنچے گا۔

(۵) جن حضرات کی خدمت میں نمونہ کے طور پر رسالہ ارسال کیا جاتا ہے وہ جبتک پیشگی قیمت نہ بھیجیں گے یا وی پی کی اجازت نہ دینگے دوسرا پرچہ نہ بھیجا جائیگا۔

(۶) جو صاحب درمیان سال مین خریدار ہونگے انکی خدمت میں کل پرچے شروع جلد یعنی جمادی الاول ۱۳۴۵ھ سے بھیجے جائینگے اور ابتدا سال سے خریدار سمجھے جائینگے اور اگر الہادی کی جلد اول و دوم درکار ہو طلب فرما دیں مگر اسکی قیمت فی جلد تین روپے ہے علاوہ محصولڈاک۔

الراقم

محمد عثمان مالک و مدیر رسالہ الہادی دہلی

یہ سلام تحیہ اہل جنت کا ہے اور مجھکو آمین عطا فرمائی یہ انبیاء مین سے کیکو عطا نہین فرمائی تھی بجز حضرت ہارون علیہ السلام کے کہ حضرت موسے علیہ السلام دعا کرتے تھے اور حضرت ہارون علیہ السلام آمین کہتے تھے اسکو ابن خزیمہ نے اپنی صحیح مین ربی موے آل مہلب کی روایت سے بیان کیا ہے اور اسکے ثبوت میں تردد کیا ہے۔

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب امام غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہتا ہے اور اسکے پیچھے کے آدمی آمین کہتے ہیں تمام اہل سماء اور اہل زمین کی آمین ملجاتی ہے اللہ تعالےٰ بندہ کے تمام پہلے گناہ بخشدیتا ہے اور جو شخص آمین نہیں کہتا اسکی مثال مثل اُس شخص کے ہے کہ ایک قوم کے ساتھ جہاد کیا اُن لوگون نے قرعہ ڈالا ان سب کے نام نکل آئے اس شخص کا نہیں نکلا تو کہنے لگا کیا ہوا کہ میرا نام نہین نکلا تو جواب دیا کہ تو نے آمین نہیں کہی تھی (مطلب یہ ہے۔ چونکہ تمام لوگون نے آمین کہی ان سب کے تو گناہ معاف ہوگئے جس نے آمین نہیں کہی اسکے معافی سے رہگئے) اسکو ابویعلےٰ نے لیث بن ابی سلیم کی سند سے روایت کیا ہے۔

۲۰۹

اور حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہتے ہین نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب امام غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہے تم آمین کہو اللہ تعالیٰ قبول فرمائینگے اسکو طبرانی نے کبیر مین اور مسلم ابوداؤد نسائی نے ایک لمبی حدیث ابوموسے اشعری رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت کی ہے اس میں فرمایا ہے جب تم نماز پڑھا کرو توصفیں سیدہی کیا کرو اور تم میں سے ایک آدمی کو امام بننا چاہیئے جب وہ اللہ اکبر کہے تم بھی اللہ اکبر کہو اور جب وہ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہے آمین کہو اللہ قبول کریگا اور ابومُصبح مقرائی سے روایت ہے کہتے ہیں ہم ابوزہیر نمیری رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے پاس بیٹھے تھے یہ صحابہ مین سے تھے اچھی حدیث سُناتے تھے اور جب ہم مین سے کوئی دعا کرتا تھا تو فرماتے تھے اسکو آمین کے ساتھ ختم کرو اسواسطے کہ آمین ایسے ہی جیسے خط پر مہر فرمانے لگے ابوزہیر نمیری میں تم کو خبر دیتا ہون ہم ایک رات کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

کے ساتھ نکلے چلتے چلتے ایک آدمی کے پاس گزر ہوا کہ وہ بہت اصرار سے دعا مانگ رہا تھا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ٹھیر کر سننے لگے پھر فرمایا کہ اس نے دعا کو واجب کر دیا اگر اس نے مہر لگا دی قوم مین سے ایک شخص نے عرض کیا اور مہر کا ہے سے لگائے فرمایا آمین سے اسواسطے کہ اس نے اگر آمین سے مہر لگائی تو (دعا کو) واجب کر دیا پس دریافت کرنیوالا آدمی لوٹا اور اس آدمی کے پاس آیا اور کہا اے شخص آمین کے ساتھ ختم کر اور خوشخبری حاصل کر اسکو ابو داؤد نے روایت کیا ہے۔

اور حضرت حبیب بن سلمہ فہری سے مروی ہے یہ شخص مستجاب الدعوات تھے کہتے تھے مین نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا فرماتے تھے کوئی ایسی قوم جمع نہین ہوتی کہ اُن مین سے بعضے دُعا مانگتے ہون اور بعضے آمین کہتے ہون کہ اللہ تعالےٰ انکی دُعا کو قبول نہ فرماتا ہو اسکو حاکم نے روایت کیا ہے۔

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے مروی ہے کہتے ہیں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے اتفاقاً نمازیون مین سے ایک شخص نے اللہ اکبر کبیرا والحمد للہ کثیرا وسبحان اللہ بکرۃ واصیلا کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسا ایسا کلمہ کہنے والا کون ہے نمازیون میں سے ایک آدمی نے عرض کیا مین ہون یا رسول اللہ فرمایا ان کلمات سے مجھکو بہت تعجب اور خوشی ہوئی ان کلمات کے واسطے آسمانون کے دروازے کھل گئے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں بس میں نے تو ان کلمات کو جب سے نہیں چھوڑا جب سے یہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے فرماتے ہوتے سُنا ہے اسکو مسلم نے روایت کیا ہے۔

۲۱۰

اور حضرت رفاعہ بن رافع زرقی رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھتے تھے جب جناب نے رکوع سے سر اٹھایا سمع اللہ لمن حمدہ فرمایا آپکے پیچھے ایک آدمی نے کہا ربنا ولک الحمد حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیہ جب جناب نماز سے فارغ ہوئے فرمایا کہ یہ کلمہ کہنے والا کون تھا اس شخص نے عرض کیا میں تھا جناب نے فرمایا مین نے قریب چالیس فرشتون کے دیکھا لپکتے تھے کہ کون پہلے لکھے اسکو

امام مالک بخاری ابوداؤد نسائی نے روایت کیا ہے۔

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب امام سمع اللہ لمن حمدہ کہتا ہے تم ربنا لک الحمد کہا کرو اسواسطے کہ جسکا کہنا فرشتون کے کہنے کے ساتھ ہوگیا اسکے تمام پہلے گناہ بخشے جائینگے اسکو امام مالک بخاری مسلم ابوداؤد ترمذی نسائی نے روایت کیا ہے بخاری اور مسلم کی ایک روایت مین ربنا ولک الحمد واو کے ساتھ بیان کیا ہے۔

رکوع اور سجدہ سے امام سے پہلے سر اُٹھانے سے ترہیب

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم میں سے کوئی ڈرتا نہین جب امام سے پہلے رکوع یا سجدہ سے سر اُٹھاتا ہے کہ اللہ تعالےٰ اسکے سر کو گدہے کا سر نہ کردے یا اللہ اسکے چہرہ کو گدھے کا چہرہ نہ بنادے اسکو بخاری ابوداؤد ترمذی نسائی ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور اسکو طبرانی نے اوسط میں بھی عمدہ سند سے روایت کیا ہے اسکے الفاظ یہ ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیخوف نہ رہے کوئی جب اپنا سر امام کے سر سے پہلے اٹھاتا ہے اس سے کہ اللہ تعالےٰ اسکے سر کو کتے کا سر نہ کردے اور اسکو کبیر میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ پر موقوف کر کر چند اسانید سے روایت کیا ہے جنمین سے ایک عمدہ سند ہے اور ابن حبان نے بھی اپنی صحیح مین بروایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے اسکے الفاظ یہ ہین کیا جو آدمی اپنے سر کو امام کے سر سے پہلے اٹھاتا ہے ڈرتا نہیں ہے اس سے کہ اللہ تعالےٰ اسکے سر کو کتے کا سر نہ کردے خطابی کہتے ہین علماء امت نے اس شخص کے بارہ مین اختلاف کیا ہے (کہ کیا حکم ہے) حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ تو فرماتے ہین جس نے امام سے پہلے سر اٹھایا اسکی نماز ہی نہیں ہوتی اور اکثر علماء فرماتے ہیں اُس نے برا کیا اور اسکی نماز کافی ہوجائیگی مگر ان میں سے اکثر یہ فرماتے ہین (کہ اگر ایسا ہوگیا ہے تو) اسکو پھر لوٹ جانا چاہیئے اور سجدہ میں امام کے بعد

اسی اندازے سے ٹھیرا رہنا چاہیئے کلام خطابی تمام ہوگیا۔

اور حضرت ابوہریرہؓ نبی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں جو امام سے پہلے جھکتا اور اٹھتا ہے اسکی پیشانی شیطان کے ہاتھ مین ہے اسکو بزار اور طبرانی نے اسناد حسن سے روایت کیا ہے اور موطا مین امام مالک نے اس حدیث کو حضرت ابوہریرہؓ پر موقوف روایت کیا ہے۔

رکوع اور سجدہ تمام نہ کرنے اور اُس مین کمر سیدھی نہ کرنے سے ڈرانا اور خشوع کی فضیلت

حضرت ابومسعود بدری رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہتے ہین رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے آدمی کی نماز کافی نہین ہوتی جبتک کہ رکوع سجدہ مین اپنی پشت سیدھی نہ کرے اسکو امام احمد ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور لفظ ابوداؤد کے ہیں ۲۱۲ اور ترمذی نسائی ابن ماجہ ابن خزیمہ ابن حبان نے اپنی اپنی صحیحون میں اور طبرانی اور بیہقی نے بھی روایت کیا ہے اور انہی دونون نے کہا ہے کہ اسکی اسناد صحیح ہے ثابت ہے اور ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

اور حضرت عبدالرحمن بن شبل سے مروی ہے کہتے ہین رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کوے کی سی ٹھونگین مارنے اور درندے کیطرح سے ہاتھونکو بچھانے سے (سجدہ کی حالت میں) اور اس سے کہ آدمی مسجد میں ایک جگہ مقرر کرے جیسے اونٹ اپنے بیٹھنے کی ایک جگہ مقرر کر لیتا ہے اسکو امام احمد ابوداؤد ونسائی ابن ماجہ ابن خزیمہ ابن حبان نے اپنی اپنی صحیح مین روایت کیا ہے۔

اور حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہت برا چور وہ شخص ہے کہ اپنی نماز میں سے چراتا ہے لوگون نے عرض کیا یا رسول اللہ نماز میں سے کیسے چراتا ہے فرمایا نہ رکوع تمام کرے نہ سجدہ یا فرمایا اپنی

پشت کو رکوع سجدہ مین قائم نہیں کرتا اسکو امام احمد طبرانی ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں اور حاکم نے روایت کیا ہے اور حاکم نے صحیح کہا ہے۔

اور حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بڑا چوٹا لوگون مین سے وہ شخص ہے کہ اپنی نماز مین چوری کرتا ہے لوگون نے عرض کیا یارسول اللہ نماز مین کیونکر چوری کرتا ہے فرمایا رکوع سجدہ پورا نہیں کرتا اور لوگون مین زیادہ بخیل وہ شخص ہے کہ سلام سے بخل کرے اسکو طبرانی نے اپنی معاجم ثلاثہ میں عمدہ اسناد سے روایت کیا ہے۔

اور حضرت علی بن شبان رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں ہم چلے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوکر آپ سے بیعت کی اور آپکے پیچھے نماز پڑہی آپ نے اپنے گوشہ چشم سے ایک آدمی کو دیکھا کہ اپنی نماز مین یعنی رکوع میں پشت کو سیدہا نہیں کرتا تھا جب نماز سے فارغ ہوئے فرمایا اے گروہ مسلمانون کے جو رکوع سجدہ میں اپنی پشت کو سیدہا نہ کرے اسکی نماز نہیں ہوتی اسکو امام احمد ابن ماجہ ابن خزیمہ ابن حبان نے اپنی اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔

اور حضرت طلق بن علیؓ سے مروی ہے کہتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالےٰ اسکی نماز کی طرف نہیں دیکہتا جو اپنے رکوع سجدہ مین اپنی پشت سیدہی نہیں کرتا اسکو طبرانی نے کبیر مین روایت کیا ہے اور اسکے راوی ثقہ ہیں۔

اور حضرت ابو عبداللہ اشعری رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو دیکہا کہ نماز پڑہتے ہوئے اپنے رکوع کو تمام نہیں کرتا اور سجدہ میں ٹھونگیں مارتا ہے فرمایا اگر یہ شخص اپنی ایسی ہی حالت میں مرگیا تو محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے طریق سے غیر طریق پر مریگا پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس شخص کی مثال جو اپنے رکوع کو تمام نہیں کرتا اور سجدہ مین ٹھونگیں مارتا ہے مثل اُس شخص کے ہے کہ ایک دو چھوارے کھائے کہ کچھ اس کی بھوک کو نفع نہیں دیتا ابو صالح کہتے ہیں میں نے ابو عبداللہ سے کہا اس حدیث کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کس نے بیان کیا ہے کہتے تھے لشکرون کے سرداروں نے

۲۱۳

حضرت عمرو بن عاص حضرت خالد بن ولید حضرت شرجیل بن حسنہ نے ہکو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے ہکو طبرانی نے کبیر میں اور ابو یعلے نے اسناد حسن سے اور ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں جناب نے فرمایا ایک شخص ساٹھ برس سے نماز پڑھتا ہے اور اسکی کوئی نماز بھی قبول نہیں ہوتی شاید کہ وہ رکوع کو تمام کرتا ہو۔ تو سجدہ تمام نہیں کرتا اور سجدہ تمام کیا تو رکوع تمام نہیں کرتا اسکو ابو القاسم اصبہانی نے روایت کیا ہے اور اسکی اسناد میں نظر ہے۔

اور نیز حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک دن اپنے اصحاب کو فرمایا میں موجود تھا اگر تم مین سے کسی کا یہ ستون ہو تو اسکو برا معلوم ہوگا کہ وہ توڑا جائے کیسے کوئی تم مین سے ارادہ کرتا ہے کہ اپنی نماز کو شکستہ کر دے جو اللہ تعالےٰ کی ہے پس اپنی نمازون کو تمام کرو اللہ تعالےٰ نہیں قبول کرتا مگر تمام کو اسکو طبرانی نے اوسط مین اسناد حسن سے روایت کیا ہے۔

۲۱۴

اور حضرت بلال رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ انھون نے ایک آدمی کو دیکھا کہ نہ رکوع کو تمام کرتا تھا نہ سجود کو فرمایا اگر یہ اسی حالت پر مرگیا تو ملت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر نہیں مریگا اسکو طبرانی نے روایت کیا ہے اور اسکے راوی ثقہ ہیں۔

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ اس بندہ کی طرف نہیں دیکھے گا جو اپنے رکوع اور سجود میں کمر سیدھی نہیں کرتا اسکو امام احمد نے اسناد جید سے روایت کیا ہے۔

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زیادہ بڑا چور وہ شخص ہے کہ اپنی نماز کو چراتا ہے حضرت ابو ہریرہ رضؓ نے عرض کیا اور کیونکر اپنی نماز کو چراتا ہے کہا نہ اسکے رکوع کو تمام کرتا ہے نہ سجود کو اسکو طبرانی نے اوسط میں اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں اور حاکم نے روایت کیا ہے اور حاکم نے صحیح کہا ہے۔

اور حضرت نعمان بن مرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم لوگ شرابی اور چور اور زنا کار کے بارہ میں کیا خیال کرتے ہو یہ اسوقت کا ذکر ہے کہ ابھی انکے حدود کا حکم نازل نہیں ہوا تھا صحابہ نے عرض کیا کہ اللہ اور اسکا رسول خوب جانتا ہے فرمایا یہ بڑے فحش کام ہیں اور ان میں سزا ہے اور زیادہ بڑا چور وہ شخص ہے کہ اپنی نماز مین چوری کرے صحابہ نے عرض کیا حضور اور نماز مین کیونکر چوری کرتا ہے فرمایا رکوع سجدہ تمام نہیں کرتا اسکو امام مالک نے روایت کیا ہے۔

اور پہلے وقت پر نماز پڑہنے کے بارہ میں بروایت حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت گزرچکی ہے اور اس مین یہ مذکور ہے کہ جس شخص نے اُس نماز کو اسکے وقت کو ٹال کر پڑھا اور اسکا وضو کامل نہ کیا اور نہ اُسکی عجز وانکساری اور رکوع سجدہ کو تمام کیا وہ نماز بالکل کالی بھجنگی ہوکر نکلے گی اور کہتی چلی جائیگی خدا تجھکو برباد کرے جیسا تو نے مجھکو برباد کیا ہے یہانتک کہ جب وہ اس مقام پر پہنچے گی جہان اللہ پہنچانا چاہے گا تو پُرانے کپڑے کی طرح اسکو لپیٹ کر اُسکے مُنہ پر ماردی جائیگی اسکو طبرانی نے روایت کیا ہے۔

۲۱۵

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی مسجد میں داخل ہوا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مسجد کے ایک کونہ مین تشریف فرما تھے اُس نے نماز پڑہکر جناب کو سلام کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اُس سے فرمایا وعلیک السلام لوٹ اور نماز پڑھ تو نے نماز نہیں پڑہی پھر اُس نے نماز پڑھی اور آکر سلام کیا پھر آپ نے فرمایا وعلیک السلام لوٹ نماز پڑھ تو نے نماز نہیں پڑہی پھر نماز پڑہکر آیا اور سلام کیا پھر فرمایا وعلیک السلام لوٹ نماز پڑہ تو نے نماز نہیں پڑہی تب اُس شخص نے دوسری مرتبہ میں یا اُسکے بعد میں عرض کیا یا رسول اللہ مجھکو تعلیم فرماتے آپ نے فرمایا جب تو نماز کو کھڑا ہو وضو کامل کر پھر قبلہ رو کھڑا ہوکر اللہ اکبر کہہ پھر جو کچھ قرآن شریف مین سے سہل ہو پڑھ پھر رکوع اطمینان سے کر پھر اُٹھکر سیدھا کھڑا ہو پھر اطمینان کے ساتھ سجدہ کر کر اطمینان کے ساتھ بیٹھ پھر اسیطرح اپنی تمام نماز مین کر اور ایک روایت مین اسطرح آیا پھر اُٹھ حتیٰ کہ سیدھا کھڑا ہو یعنی دوسرے سجدہ سے (جیسا کہ مذہب امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا ہے کہ جلسہ استراحت نہیں کرتے ہیں) اسکو امام بخاری اور

مسلم نے روایت کیا ہے اور مسلم نے اپنی روایت میں بیان کیا ہے تیسری مرتبہ کے بعد اس شخص نے عرض کیا اس ذات پاک کی قسم ہے جس نے جناب کو حق کے ساتھ بھیجا ہے جو کچھ اسکے علاوہ اچھا ہے مجھکو تعلیم فرما دیجئے اور ایک سجدہ کے علاوہ نہیں ذکر کیا اور اسی حدیث کو ابوداؤد ترمذی نسائی ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور ابوداؤد کی ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ جب تو ایسا کریگا تیری نماز پوری ہو جائیگی اور اگر تو نے اسمیں سے کچھ کم کیا وہ تیری نماز میں کم ہو جائیگا۔

اور حضرت رفاعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا ناگاہ ایک آدمی آیا اور مسجد میں داخل ہوا اور نماز پڑھی بس تمام حدیث بیان کی یہان تک کہ اس میں بیان کیا اس شخص نے کہا (آپکے بار بار واپس کرنے کے بعد) میں نہیں جانتا میں نے کیا عیب کیا تب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شان یہ ہے کہ تم میں سے کسی کی نماز تمام نہیں ہوتی جبتک حسب فرمان اللہ تعالےٰ کے ایسا نہ کرے کہ وضو کو کامل کرے مونہ کو اور دونون ہاتھون کو کہنیون تک دہوئے اور سر کا مسح کرے اور دونون پیرونکو ٹخنون تک دہوئے پھر اللہ اکبر کہے اور اللہ تعالےٰ کی حمد کرے اور بزرگی بیان کرے (یعنی ثنا پڑہے) اور قرآن شریف میں سے جو کچھ اللہ تعالےٰ نے اجازت دی ہے اور سہل کیا ہے پڑہے پھر تکبیر کہے اور رکوع کرے گھٹنون پر ہتھیلیان رکھے یہانتک کہ سب جوڑ اطمینان کرین اور ٹھیر جائین پھر سمع اللہ لمن حمدہ کہے اور سیدہا کھڑا ہو جائے حتی کہ سب ہڈیان اپنی اپنی جگہ پر ٹھیر جائیں اور پیٹھ سیدہی ہو جائے پھر اللہ اکبر کہے اور سجدہ کرے اور پیشانی کو زمین پر رکھے یہانتک کہ تمام جوڑ اطمینان کرین اور ڈھیلے پڑ جائیں پھر اللہ اکبر کہے اور سر اٹھاوے اور اپنی بیٹھک پر سیدہا بیٹھ جائے پھر اسیطرح تمام نماز کو بیان کیا یہانتک کہ تمام نماز سے فارغ ہوئے پھر فرمایا تم مین سے کسی کی نماز تمام نہیں ہوتی جبتک کہ ایسا ہی نہ کرے اس حدیث کو ان لفظون سے نسائی نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے بھی اور اس حدیث کو حسن کہا ہے اور اسکے آخر مین فرمایا جب تو نے ایسا کیا تیری نماز تمام ہو جاے گی اور اگر ان کامون مین سے کچھ کم کیا تیری نماز ناقص ہو جائیگی ابو عمر بن عبد البر نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث ثابت ہے۔

۲۱۶

(باقی آئندہ)

حضرت مجدد صاحبؒ کی حکایت لکھی ہے کہ آپکے زمانہ مین ایک شیخ تھے حضرت مجدد صاحبؒ کو کشف سے معلوم ہوا کہ ان کا نام خدا تعالے کے ہان دوزخیون مین لکھا ہوا ہے تو آپ نے انکو تو اطلاع نہین دی مگر خود برابر اُنکے لیئے دُعا کرتے رہے کہ اے خدا ان کا نام دوزخیون سے مٹا کر جنتیون کی فہرست مین لکھد یجیئے چنانچہ دُعا قبول ہوئی جب آپ کو چین آیا دیکھئے اس شیخ کے ساتھ کتنی بڑی ہمدردی کی لیکن انکو خبر بھی نہیں ہونے دی بزرگ ایسے ہوتے ہیں نہ آجکل کے جیسے بزرگ بعض لوگ بزرگ نہیں ہوتے مگر وہ دعوی بزرگی کا کرتے ہیں اور جو واقعی بزرگ ہوتے ہیں اُن سے عداوت رکھتے ہین اور اُن کو سچے بزرگون سے عداوت ہونا کچھ عجب بھی نہیں ہے کیونکہ یہ حضرات رسول اللہ کے خلیفہ ہیں تو جسطرح رسول سے اہل باطل کو عداوت ہوتی رہی ہے ایسے ہی انکے ساتھ بھی ہوگی چنانچہ اہل باطل کا کسی سے عداوت رکھنا اسکے کمال کی علامت ہے حضرت سلطان جی کے زمانہ مین ایک بزرگ تھے اتفاق سے ایسا افلاس آیا کہ تمام مال ختم ہو کر صرف ایک لونڈی رہگئی جب اس لونڈی نے دیکھا کہ اب کچھ نہیں رہا تو ان سے عرض کیا کہ اب مجھے بیچدیجئے آخر مین کس کام کی ہون مگر کسی دیندار کے ہاتھ بیچیئے گا آپ نے کہا کہ میں تجھے ایسے شخص کے ہاتھ بیچون گا کہ اس سے زیادہ اسوقت کوئی دیندار ہی نہین یعنی حضرت نظام الدین سلطان جی کے ہاتھ اُس نے عرض کیا کہ حضور ہے تو گستاخی لیکن ان بزرگ کی تو بزرگی ہی مین مجھے شبہ ہے کیونکہ بزرگی کی علامت سے یہ بات بھی ہے کہ کوئی نہ کوئی تو اُسکو بُرا کہے اور مین دیکھتی ہون کہ انکو کوئی بُرا نہیں کہتا دیکھیئے اُس لونڈی کی سمجھ لیکن آجکل ایسی جہالت پھیلی ہے کہ بزرگی کی علامت یہ سمجھتے ہین کہ پیر صاحب جہان گئے اسی جگہ کے رنگ پر ہو گئے جیسا کسیکو دیکھا اسی کے موافق کہنے لگے تاکہ ساری دنیا خوش رہے گنگا گئے گنگا رام جمنا گئے جمنا رام۔ خیر اس لونڈی کو یہ شبہ ہوا کہ یہ اگر بزرگ ہوتے تو کوئی انکا بُرا کہنے والا بھی ہوتا اور اس وجہ سے بھی اسکو شبہ ہوا کہ حضرت سلطانجی کے روبرو دنیا کے بڑے بڑے بادشاہ وزیر ہاتھ باندھکر آتے تھے اس موقع پر ایک حکایت یاد آگئی کہ ایک مرتبہ آپکے ہان ایک وزیر حاضر تھا کھانے کا وقت آیا خادم نے کھانا لانیکی اجازت چاہی وزیر کے دل مین یہ خیال پیدا ہوا کہ اگر آج مچھلی کے کباب ہون تو خوب ہو

ایک بزرگ کی لونڈی کا قصہ سلطان جی کے زمانہ مین ۹

حضرت سلطانجی کو کشف سے اسکا یہ خیال معلوم ہوگیا خادم سے فرمایا ذرا ٹھہرو تھوڑی دیر میں اسنے
پھر دریافت کیا آپ نے پھر یہی جواب دیا کچھ دیر کے بعد ایک شخص ایک خوان میں مچھلی کے کباب
لیکر حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یہ مچھلی کے کباب آپکے لئے لایا ہون آپ نے دسترخوان لگانے کا
حکم دیا وزیر یہ دیکھکر بہت حیران ہوا آپ نے وزیر سے فرمایا لیجئے مچھلی کے کباب حاضر ہیں مگر
ذرا وقت کی گنجایش رکھکر فرمایش کیا کیجئے غرض آپ کے اندر ایک محبوبیت کی شان تھی
اور ایک حضرت علاء الدین صابر صاحبؒ تھے کہ گولر کھاکر بسر کرتے تھے اور کبھی کبھی وہ بھی نہ ہوتے
تھے اصل بات یہ ہے کہ ہر ایک کا رنگ و بو الگ ہے کوئی کسی شان کا ہے کوئی کسی شان کا ہے
تو حضرت سلطانجی کی یہ حالت تھی کہ آپکے در پر سب سر جھکاتے تھے اسلئے اس لونڈی کو آپ کی
بزرگی مین شبہ ہوا ان بزرگ نے کہا کہ میں تجھے اُنکے ہاتھ اس طور پر بیچونگا کہ تین دن تک
واپس کر لینے کا اختیار رہے لونگا وہ تین دن کے اندر تو انکی حالت دیکھ لینا پھر اگر تیری مرضی ہوگی تو
رہنا ورنہ میں تجھے واپس لے لونگا غرض اُن بزرگ نے حضرت سلطان جی کے ہاتھ اسکو بیچدیا
وہ چونکہ پورے طور پر معتقد نہ تھی اس فکر میں لگی رہی کہ دیکھون کوئی انکو برا بھی کہتا ہے حضرت سلطانجی
کو کشف کے ذریعہ سے اُسکے وسوسہ پر اطلاع ہوگئی آپ نے اس سے فرمایا کہ جاکر پڑوس سے
آگ لے آ وہ پڑوسن کے ہان گئی اور کہا کہ حضرت جی کے ہان تھوڑی آگ کی ضرورت ہے پڑوسن
نے حضرت کا لفظ سنکر آپ کو بہت کچھ برا بھلا کہا اور کہا کہ ڈاکو کو حضرت کہتے ہین لونڈی یہ سُنکر
بہت خفا ہوئی اور بگڑ کر واپس چلی آئی حضرت سلطانجی نے فرمایا کہ اب تو معلوم ہوگیا کہ مجھے
سب اچھا نہیں سمجھتے دیکھ میری پڑوسن ہی مجکو کیسا برا سمجھتی ہے اُس نے کہا کہ حضرت یہ میری
جہالت تھی واقعی آپ صاحب کمال ہین پھر دو دن کے بعد اسکے پہلے مالک آئے اور آکر اس سے
پوچھا اس نے عرض کیا کہ حضور واقعی یہ بزرگ ہیں اب آپکو واپس لینے کی ضرورت نہیں غرض کہ
عام طور پر مقبول ہونا کوئی بزرگی نہیں ہے بلکہ یہ تو کمال نہ ہونے کی علامت ہے کاملون کی
یہ حالت ہوتی ہے کہ انکو اگر سب بھی برا کہیں تب بھی یہ کسیکو کچھ نہیں کہتے میں یہ نہیں کہتا کہ
ان حضرات کو غصہ نہیں آتا غصہ ضرور آتا ہے مگر وہ غصہ خدا کے لئے ہوتا ہے اپنے نفس
کے لئے نہیں ہوتا اپنے نفس کے لئے انکی وہی حالت ہوتی ہے جسکو حضرت انسؓ فرماتے

کاملوں کو اپنے نفس کے لئے غصہ نہیں آتا

ہین جو کہ دس برس تک حضورؐ کے ساتھ رہے ہے کہ ما قال لی قط لم فعلت کذا یعنی کبھی حضورؐ
نے مجھسے یہ نہین فرمایا کہ فلان کام تونے اسطرح کیون کرلیا اسطرح کیون نہیں کیا
اور حضرت انسؓ بوجہ بچپن کے اسقدر بے تکلف تھے کہ ایک مرتبہ آپ نے کسی جگہ اُنکو
جانے کو فرمایا تو انھون نے صاف کہدیا کہ مین تو نہیں جاتا مگر دل میں یہ تھا کہ ضرور جاؤنگا
چنانچہ گئے لیکن حضورؐ انکے انکار پر خفا نہیں ہوئے اگر کوئی کام ان سے بگڑ جاتا تو آپ
فرماتے کہ تقدیر مین یون ہی تھا مگر ان پر خفا نہ ہوتے تھے۔

(۳) اصل مقصود یہ بیان کرنا تھا کہ حضورؐ کو چونکہ کفار بہت ستاتے تھے اور آپ
انتہا درجہ کی شفقت رکھتے تھے تو آپکو اُنکی مخالفتون سے بہت غم ہوتا تھا اور اُنکا انجام
سوچکر بہت کڑہتے تھے اور چونکہ واقعات بہت زیادہ تھے جنکی وجہ سے غم بھی بہت
زیادہ ہو گیا تھا اسلئے خدا تعالےٰ نے جگہ جگہ آپکی تسلی فرمائی اُن میں سے ایک مقام یہ بھی ہے
جسکو تلاوت کیا گیا چنانچہ اس سے پہلی آیتون کا خلاصہ یہ ہے کہ آپکے ڈراتے سمجھانے
سے وہ شخص نفع اٹھا سکتا ہے جسکے دل مین خدا کا خوف ہے اور خدا کی اطاعت کرتا ہو
اور یہ اس سے بالکل کورے ہیں اور آگے فرماتے ہیں کہ اندہے اور سوانکھے اندھیرا اور
نور سایہ اور دھوپ برابر نہیں ہوسکتے تو یہ لوگ تو اندہے ہیں اور انکے دل بالکل سیاہ ہین
پھر یہ کیونکر نفع اُٹھا سکتے ہین پھر آپ انکے حالات سے غمگین کیون ہوتے ہین آگے ارشاد ہے
کہ خدا جسکو چاہین سنا دین آپ ان لوگون کو جو مردون کی طرح بے حس بے شعور ہین نہیں
سُنا سکتے آپ اس غم میں نہ پڑین آپ تو ڈرانے والے ہین پھر فرماتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ
سے وہی بندے ڈرتے ہیں جو علم رکھتے ہین یعنے اوپر معلوم ہوا ہے کہ ڈراتے سمجھاتے
سے وہی نفع اٹھا سکتے ہین جنکے دل میں خدا کا خوف ہو اور یہان فرماتے ہیں کہ خدا کا خوف
ان لوگوں میں ہو گا کہ جن لوگون میں علم ہو خلاصہ یہ ہوا کہ آپ کے ڈرانے سے وہ نفع اٹھا سکتے
ہین جن مین علم ہو کیسی کامل تسلی فرمائی کہ جہان آپ علم دیکھیں وہان اہتمام بھی کریں اور جہان یہ
نہ ہو وہان غم نہ اٹھائیں اور اس آیت سے کئی فائدے معلوم ہوئے ایک تو یہ کہ عالمونکو
چاہیئے وہ ایسون پر بھی شفقت کیا کرین دوسرے یہ کہ غم کی بھی ایک حد ہونا چاہیئے کہ اُس

حد سے آگے نہ بڑھے حضور صلے اللہ علیہ وسلم تو قوی تھے ہم ضعیف ہیں اگر غم کا زیادہ بار
ہم پر پڑے گا تو اندیشہ ہے کہ ہم کو جنون نہ ہو جائے تو ایسے لوگوں کے راہ پر لانے میں
زیادہ اہتمام کے بھی درپے نہ ہوں یہ شریعت کی خوبی ہے کہ اُسنے اچھے کاموں اور اچھی
عادتوں کی بھی حدیں مقرر کردی ہیں کہ اُن سے آگے نہ بڑھا جائے چنانچہ حضور فرماتے ہیں کہ
اَسْئَلُکَ مِنْ خَشْیَتِکَ مَا تَحُوْلُ بِہٖ بَیْنَنَا وَبَیْنَ مَعَاصِیْکَ ۔ **ترجمہ**. سوال کرتا ہوں میں آپ سے
اسقدر خوف کا جو گناہوں سے روکدے۔ صاحبو غور کیجئے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم خدا سے
خوف مانگتے ہیں لیکن اُسکے ساتھ یہ قید بھی لگادی ہے کہ خوف اسقدر ہو کہ گناہ نہ ہونے دے
اس میں حکمت یہ ہے کہ خوف جب حد سے بڑھجاتا ہے تو آدمی کو بیکار کردیتا ہے انسان
کسی کام کا نہیں رہتا اور بھید اسمیں یہ ہے کہ جب کوئی چیز حد سے بڑھجاتی ہے تو اول اثر اُسکا
جائز کاموں پر پڑتا ہے کہ اُن کو چھڑادیتا ہے پھر جب اور غلبہ ہوتا ہے تو فرض اور واجب
تک نوبت آتی ہے پھر جب بالکل ہی انتہا ہوجاتی ہے تو ناامیدی پیدا ہوجاتی ہے خیال
ہوتا ہے کہ میں اسقدر گنہگار ایسا شریر ہوں تو میری بخشش کس طرح ہوسکتی ہے اور جب بخشش
نہیں ہوسکتی تو کیوں بلاوجہ مصیبت بھروں۔ میں نے ایک شخص کو دیکھا ہے وہ کہتے تھے
کہ دوزخ تو میرے لئے ضروری لکھی ہے پھر نفس کے مزوں میں بھی کیوں کسر رکھوں چنانچہ
انھوں نے اسقدر ظلم کئے کہ کچھ انتہا ہی نہیں چھوڑی پس جبکہ خوف کی زیادتی کا اثر یہ ہی
کہ آدمی کو بیکار کردیتا ہے اسلئے حضور فرماتے ہیں کہ اے خدا مجھے اتنا خوف دے کہ وہ
گناہوں سے بچائے صاحبو کیا کوئی تبلا سکتا ہے کہ کسی نے عمدہ عادات کی حد تبلائی ہو
اور فرماتے ہیں کہ اے اللہ مجھے اپنے سے ملنے کا شوق دیجئے مگر وہ شوق اتنا نہ ہو کہ
میرے جسم کو نقصان پہنچائے یا میرے لئے فتنہ کا سبب ہوجائے کیونکہ شوق کا اثر یہ ہی
کہ جب حد سے زیادہ ہوتا ہے تو اُسکا اثر اول جسم پر پڑتا ہے دل میں جلن پیدا ہوتی ہے
اور اس سے انسان بیمار پڑجاتا ہے اور انسان کی تمام قوتوں میں خلل آجاتا ہے کہ بعض وقت
ضروری عبادات بھی چھوٹنے لگتی ہیں دوسرا نقصان اس سے یہ ہوتا ہے کہ جب شوق
بہت بڑھتا ہے تو اس سے ناز پیدا ہوجاتا ہے اور خدا کا خوف کم ہوجاتا ہے اور

شریعت نے اچھے کاموں کی حد مقرر کردی ہے

۱۴

شوق کتنا ہونا چاہئے

بے ادبی کی باتین زبان سے نکلنے لگتی ہیں حالانکہ ناز کرنا ہر ایک کا کام نہیں ہے حضورؐ نے
اس دعا مین دونوں کا لحاظ فرمایا کہ اے اللہ نہ مجھے اس سے ظاہری نقصان ہو اور نہ
باطنی نقصان ہو جب معلوم ہوا کہ ہر چیز کی ایک حد ہوتی ہے تو شفقت کی بھی ایک حد ہونی چاہئیے
آجکل حد سے نکلجانے والے دو قسم کے لوگ ہین ایک تو دنیا دار کہ وہ بھی حد سے نکلجاتے
ہین دوسرے دیندار کہ وہ بھی حد سے آگے بڑھ گئے ہیں دنیا دارون نے تو یہ کیا کہ وہ قوم
پر ایسی شفقت کرتے ہین کہ اپنے دین کا بھی نقصان ہوجاتا ہے بلکہ اکثر کی تو یہ حالت ہے
کہ وہ اگر ہمدردی بھی کرتے ہیں تو اسلئے کہ یہ ہماری قوم ہے اس سے ہمدری کرنا ضروری ہے
غرض جو کام بھی کرتے ہیں اپنی قوم ہونے کی وجہ سے بلکہ مذہب پر بھی اس مجبوری سے رہتے
ہین کہ جبتک مذہب ایک نہ ہو اسوقت تک قومی اتحاد و اتفاق نہیں ہوسکتا اور بدون اتفاق
کے ترقی نہیں ہوسکتی اسلئے کہتے ہیں کہ ہم کو ایک مذہب پر رہنا چاہیئے اور دوسرونکو بھی جو
اسلام لانے کو کہتے ہین وہ بھی اسلئے کہ اگر یہ ہمارے مذہب مین آجائینگے تو ہماری تعداد
بڑھ جائے گی اور ہم دوسری قوموں سے آگے نکل جائینگے. ورنہ اگر انکے نزدیک مذہب کوئی
قابل قدر چیز ہے تو کیا وجہ کہ اسکے ایک حکم کو تو لے لیا اور باقی سب حکمون کو چھوڑ دیا سود
حرام ہے اس حکم کو چھوڑا نماز کو چھوڑا صرف ایک اتفاق اور ہمدردی کو لے لیا اکثر دیکھا گیا ہے
کہ قومی چندون میں ایک ایک روپے کو نیلام کیا جاتا ہے اور وہ چار سو پانچسو کو بکتا ہے حالانکہ
یہ کھلا ہوا سود ہے صرف ایک قوم کا لفظ یاد کر لیا ہے اور بس. صاحبو غور تو کرو کہ قوم کی خدمت
کرنے مین جو بھلائی ہے وہ اسیوجہ سے تو ہے کہ خدا کا حکم ہے کہ قوم کی خدمت کرو تو جب
خدا کو ناراض کر کے تم نے قوم کی خدمت کی وہ خدمت اچھی کہان رہی جب خدا ہی سے سلسلہ
توڑ دیا تو قوم سے جوڑ کر کیا بھلائی پاؤ گے جب خدا سے بیگانگی ہو گئی تو کہاں کی قوم صاحبو
حضرت نوحؑ سے زیادہ تو قوم کے خیر خواہ تم نہیں بن سکتے پھر دیکھ لیجئے انھون نے اپنی
قوم کے ساتھ جو خدا کی نافرمان تھی کیا کیا۔

(۵) میرٹھ میں ایک عہدہ دار مسلمان کے پاس عید کے دن بہت سے مسلمان ملنے
گئے تو وہ عہدہ دار صاحب ان لوگون سے کہتے ہیں کہ آج آپ لوگون کا عید ہے افسوس

۱۳

ایک عہدہ دار مسلمان کی غلطی

ان کو اسلامی عید کا اپنی طرف منسوب کرنا بھی ناگوار ہوا یہ نہین کہا کہ آج ہماری عید ہے بلکہ یہ
کہا کہ آج آپ لوگون کا عید ہے اور اسپر بھی یہ لوگ اپنے کو مسلمانونکا ہمدرد اور قوم کا
جان نثار کہتے ہین اور لیجیے ایک مسلمان صاحب کلکٹر ہو گئے تھے انکو کلکٹر ہو جانے کے
بعد اسلام سے اسقدر وحشت ہوئی کہ اپنے اصلی نام کو بھی باقی نہ رکھا اسکو کاٹ چھانٹ کر کے
انگریزی نامون کے طرز پر بنایا اور لطف یہ کہ پھر اپنے کو مسلمان بھی کہتے تھے صاحبو یہ
ترقی اسلام کی ترقی تو ہرگز نہیں اسلام ایسی ترقیون سے بیزار ہے بلکہ سچ پوچھو تو اسلام کی
ترقی تو تمہارے صوفی وضع بننے سے بھی نہیں ہوتی جبتک ایمان دل میں پیوست نہ ہو جائے
کیونکہ اسلام کے معنی یہ ہیں کہ خدا تعالے کے ایک ہونے کی گواہی دے اور محمد صلے اللہ
علیہ وسلم کے رسول ہونے کی اور اسکی ترقی یہ ہے کہ توحید و رسالت کی بڑائی دل میں رچ جائے
پس ترقی اسلام کی یہ ہے نہ کہ مال و دولت کی ترقی بلکہ اگر ساری دنیا کے مسلمان نادار ہو جائین
تب بھی اسلام کی ترقی باقی ہے کیونکہ اسلام فٹن اور چوگڑی کا نام نہیں تو آجکل یہ جتنی ترقی ہو رہی
ہے اسلام کی ترقی نہیں البتہ اللہ والون کا اسلام اب بھی ترقی پر ہے گو انکے پاس ظاہری
سامان نہ ہو آخر صحابہ رضی اللہ عنہم میں کیا بات تھی حالانکہ وہ حضرات ٹوٹی ہوئی چٹائیون پر بلکہ
کنکریون پر بیٹھے ہوئے سلطنت فارس و روم کا فیصلہ فرماتے تھے مگر کوئی مال و دولت
انکے پاس نہ تھی اور نہ اسکی ہوس تھی اسلیئے ان حضرات کو دولت کے ملنے سے ذرا بھی خوشی
نہیں ہوتی تھی چنانچہ حضرت خباب رضی اللہ عنہ کا جب انتقال ہونے لگا تو آپ روتے تھے
لوگون نے سبب پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ مجھے اسکا افسوس ہے کہ ہم حضور صلے اللہ
علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں بلہ داری کرتے تھے اور آج اسقدر مال و دولت جمع ہے کہ
سوائے مٹی میں دفن کرنے کے اور کہیں رکھنے کی جگہ نہیں حضرات اگر وہ اصلی ترقی آپ کو
نصیب ہو جائے تو خدا کی قسم اس ظاہری نمود کو آپ بالکل ہیچ سمجھنے لگیں آپ کو معلوم ہوا
کہ ان حضرات کے دل مین دنیا کی کیا قدر تھی کچھ بھی نہ تھی مگر آپکی ساری عمر دنیا پرستی مین
گذری ہے اسلیئے آپ کو کچھ خبر نہیں ایک بزرگ نے ایک بادشاہ سے پوچھا کہ اگر اتفاقاً
تم شکار میں نکل جاؤ اور اکیلے رہجاؤ اور اسوقت تم کو شدت سے پیاس لگے کہ تمہارا دم نکلنے

حضرت خباب کی حکایت

ایک بزرگ اور ایک بادشاہ کی حکایت

۱۴

لگے اسوقت اگر کوئی شخص تمہارے پاس ایک پیالہ پانی لائے اور آدہی سلطنت اُسکی قیمت تبلائے تو تم اسکو خرید لوگے کہ نہین اُس نے کہا کہ مین ضرور خرید لونگا پھران بزرگ نے کہا کہ اور اگر اتفاق سے تمہارا پیشاب بند ہوجائے اور کسیطرح نہ کہلے اور ایک شخص اس شرط پر پیشاب اتار دینے کا وعدہ کرتا ہے کہ باقی آدہی سلطنت اسکو دیدو تو تم کیا کرو اسنے کہا کہ باقی آدہی سلطنت بھی اسکو دیدون تو ان بزرگ نے کہا کہ بس آپکی سلطنت کی یہ قیمت ہے ایک پیالہ پانی اور ایک پیالہ پیشاب جسمین آپ اسقدر مست ہورہے ہین تو اللہ والونکو دُنیا کا یہ نرخ معلوم ہے اسلئے صحابہ نے بڑی سلطنت ہوتے پر بھی دنیا کی ہوس نہین کی حضرت عمرؓ خلیفۂ وقت تھے مگر کھانا کپڑا جو تھا معمولی سے بھی کم تھا کیونکہ وہ حضرات جانتے تھے کہ اصل چیز دوسری ہے ہمارے بعضے بھولے بھالے بھائی حضرت علیؓ کے لئے لڑتے ہین کہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ نے خلافت لے لی حضرت علیؓ کو نہ دی مین کہتا ہون کہ ان دونون حضرات کو دُعا دیجئے اگر حضرت علیؓ کو اول ہی سے خلافت دیدی جاتی اور اتنی مدت تک یہ خلیفہ رہتے تو انکو کتنی لمبی مدت تک تکلیف ہوتی جو اٹھائے نہ اُٹھتی کیونکہ معلوم ہوچکا ہی کہ ان حضرات کو دنیا سے کسقدر نفرت تھی پس ان حضرات نے بڑا سلوک کیا کہ اس مصیبت کو خود بانٹ لیا حضرت علیؓ کو تکلیف نہ پہونچنے دی اور جو کچھ اُن حضرات مین شکر رنجی ہوئی تو اسکے بہت قصے تو غلط مشہور ہین دوسرے جب دوستی ہوتی ہے تو شکر رنجی بھی ہوہی جاتی ہے مولٰنا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دو خادمون سے جو کہ آپس میں نہایت درجہ دوستی رکھتے تھے پوچھا کہ تم دونون مین کبھی لڑائی بھی ہوتی ہے کہ نہیں انھون نے عرض کیا کہ حضور کبھی کبھی ہوجاتی ہے مگر پھر ملاپ ہوجاتا ہے فرمایا تمہاری دوستی ہمیشہ رہے گی ذوق شاعر کہتا ہے ؎

بے محبت نہیں اے ذوق شکایت کے مزے ✣ بے شکایت نہیں اے ذوق محبت کے مزے

اور ایک عربی حکیم لکھتا ہے وَيَبْقَى الْوُدُّ مَا بَقِيَ الْعِتَابُ یعنی محبت اسیوقت تک رہتی ہے جبتک شکوہ شکایت رہتی ہے اور وجہ اسکی یہ ہے کہ دوستی جب باقی رہتی ہے جبکہ دل میں غبار باقی نہ رہے اور اگر شکایت نہ کی جائے اور بات کو دل میں رکھا جائے تو تمام عمر بھی

دل سے کدورت نہ نکلے گی اور اگر دل کی بھڑاس نکال لیجائے تو پھر دل صاف ہو جاتا ہے
یہانتک کہ حضرت عائشہؓ جو کہ سب سے زیادہ حضورؐ سے محبت رکھتی تھیں اور حضورؐ کی سب سے
زیادہ محبوبہ تھیں وہ بھی کبھی کبھی ناز کے طور پر روٹھ جاتیں حضورؐ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ میں تمہاری
خوشی اور ناراضی کے وقت کو پہچانتا ہون جب تم ناراض ہوتی ہو تو اسطرح قسم کھاتی ہو کہ
رب ابراہیم کی قسم اور جب خوش ہوتی ہو تو یون کہتی ہو کہ رب محمدؐ کی قسم حضرت عائشہؓ نے
عرض کیا کہ حضورؐ اُسوقت صرف آپ کا نام نہیں لیتی ورنہ دل مین تو آپ ہی بسے ہوتے ہیں تو
اگر آپس میں ان حضرات میں کوئی بات ہوئی بھی ہو تو وہ عداوت نہیں تھی بلکہ آپس میں ایک
دوسرے پر ناز تھا ہمارا منہ نہیں کہ ہم اسپر اعتراض کرین کانپور میں ایک صاحب حضرت معاویہؓ
کو بُرا بھلا کہتے تھے ایک مرتبہ اتفاق سے میں اُن سے ملا انھون نے وہی ذکر چھیڑا اور یہ حدیث
پڑھی کہ حضورؐ نے فرمایا ہے کہ جس نے میرے اصحاب کو بُرا کہا اس نے مجھے بُرا کہا
اور جس نے مجھے بُرا کہا اس نے خدا کو بُرا کہا اور کہا کہ حضرت معاویہؓ حضرت علیؓ کی شان
مین نامناسب الفاظ کہدیتے تھے تو وہ ایک صحابی کے بُرا کہنے والے ہوئے اور جو صحابی
کو بُرا کہے اسکے لئے اس حدیث میں یہ سخت حکم موجود ہے کہ اس نے خدا کو بُرا کہا مین نے
کہا کہ صاحب آپ نے غور نہیں کیا اس حدیث کے یہ معنی نہین جو آپ نے سمجھے بلکہ اسکے معنی
دوسرے ہین اسکے سمجھنے کے لئے اول آپ ایک محاورہ سمجھئے کہ اگر کوئی شخص یون کہے کہ
جو شخص میرے بیٹے کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھے گا مین اسکی آنکھیں نکالدونگا تو اب تبلائیے
کہ یہ دھمکی کس کے لئے ہے کیا اپنی دوسری اولاد کے لئے بھی یہ دھمکی ہے کہ اگر وہ آپسمیں
لڑین جھگڑین تو انکے ساتھ بھی یہی کیا جائے گا ہرگز نہیں بلکہ یہ دھمکی غیرون کے لئے ہے۔
بس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ صحاب نہین ان میں سے جو شخص میرے اصحاب کو بُرا
کہے اسکے لیے یہ حکم ہے اسکو سُنکر وہ کہنے لگے کہ یہ عقلمندی کی باتیں ہیں میں نے کہا کہ
صاحب پھر کیا بیوقوفی کی باتیں کہوں اسپر وہ شرمندہ سے ہو گئے تو مین بھی بہت محجوب ہوا
اسی لئے مین نے اپنا یہ معمول کر لیا ہے کہ اگر کوئی بڑا آدمی مجھے بلاتا ہے تو اول یہ شرط
کر لیتا ہون کہ تنہائی میں گفتگو کرونگا کیونکہ عام جلسہ مین گفتگو کرنے سے اکثر دوسرا آدمی لاجواب ہو کر

(باقی آئندہ)

تمہید مع تقسیم حکمت جو بطور مقدمہ کے ہے

(۱) حکمت جسکو فلسفہ کہتے ہین ایک ایسا عام مفہوم ہے جس سے کوئی علم خارج
نہیں اور اسی میں شریعت بھی داخل ہے اور اسی تعلق کے سبب اس جگہ حکمت
سے بحث کیجارہی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ حکمت نام ہے حقائق موجودہ کے علم کا
جو مطابق واقع کے ہو اس حیثیت سے کہ اس سے نفس کو کوئی کمال معتدبہ حاصل ہو

(۲) دُنیا کی کل چیزین تین قسم سے باہر نہیں۔ جمادات۔ نباتات۔ حیوانات۔ جماد بیجان چیز کو
کہتے ہیں جیسے اینٹ پتھر وغیرہ اور نبات جڑی بوٹیاں درخت وغیرہ جو زمین سے پیدا ہوتی
ہیں اور انکو نشو نما ہوتی ہے اور حیوان جاندار چیز کو کہتے ہین جس میں حس وادراک وقوت اختیار
ہوتی ہے اسکی دو قسمیں ہیں ذی عقل اور غیر ذی عقل ذی عقل وہ ہے جو کلیات وجزئیات سب
کی حس رکھتا ہو اور وہ انسان ہے اور غیر ذی عقل وہ ہے جو چند جزئیات کی حس رکھتا ہو اسیکا
نام حیوان مطلق ہے جیسے گائے بیل اور سوائے انسان کے جملہ جاندار چیزیں۔ منجملہ ان کے
جمادات کی ضروریات بہت ہی تھوڑی ہیں اور ان ضروریات کو حق تعالےٰ نے مہیا کر دیا ہے
مثلاً اربع عناصر جن سے انکی ترکیب ہوئی اور جن کے اعتدال مناسب پر انکی بقا موقوف ہے
وہ سب قدرتی طور پر دنیا مین موجود ہیں چونکہ جمادات میں قوت ارادیہ نہیں اسواسطے کسی ضرورت
کے لئے انکو علم کی بھی حاجت نہیں اور حیوانات کی ضروریات بہ نسبت جمادات کے زیادہ ہیں
مثلاً غذا حاصل کرنا بود وباش کا سامان وغیرہ انکے لئے ان کو قوت ارادیہ کے کام میں لانیکی
اور ہاتھ پیر ہلانیکی ضرورت ہوتی ہے ظاہر ہے کہ کسی چیز کو تیار کرنیکے لئے اسکے متعلق معلومات حاصل کرنیکی پہلے ضرورت ہے
اسواسطے صانع جل وعلا شانہ نے حیوانات کو اتنا علم بھی دیا ہے جس سے وہ اپنی ضروریات کو مہیا کرسکیں مثلاً بندر کی
طبیعت مین غیر حیوانی غذا سے پرورش پانا مقرر فرمایا ہے لہذا اسکو حیوانی غذا گھی دودھ گوشت وغیرہ کی پہچان لینے
کا حس دیا ہے کہ اسکو پہچان کر چھوڑ دیتا ہے اور کتے کی غذا گوشت گھی وغیرہ حیوانی اشیاء مقرر فرمائی ہے تو اسکو نباتی غذا کا
علم دیا ہے وہ اسکو فوراً سونگھکر پہچان لیتا ہے اور چھوڑ دیتا ہے اور انسان کی ضروریات غیر محدود ہین دُنیا کی

۱۷

ح) ہر چیز اسکے کام میں آتی ہے خشکی میں بھی یہ رہتا ہے اور تری میں بھی بیابان میں بھی قیام کرتا ہے
اور آبادی میں بھی نشیب میں بھی بسر کرتا ہے اور پہاڑ پر بھی حیوانی غذا بھی کھاتا ہے اور غیر حیوانی
بھی غرض کوئی چیز دنیا کی ایسی نہیں جو انسان کے کام میں نہ آسکے اسواسطے معلومات بھی اس کے
غیر محدود ہوتے چاہئیں لیکن ان میں سے جو ضروریات بہت شدید ہیں اور جن سے دنیا میں آتے
ہی کام پڑتا ہے انکا علم تو انسان کی طبیعت ہی میں رکھدیا ہے مثلاً پستان میں سے دودھ پی لینا
یا بھوک پیاس کے وقت رونے لگنا کہ یہ اسوقت سے انسان کو آتا ہے جسوقت کسی بات کا بھی
اسکو ہوش نہ تھا اور جو ضروریات ایسے شدید نہیں ہیں انکا علم حاصل کرنا بھی انسان کی قوت اختیاریہ
اور ارادہ پر رکھا گیا ہے مثلاً عمدہ قسم کے کھانے پکانا یا بڑی بڑی عمارتیں بنانا کہ یہ کام انسان کو
طبعی طور پر نہیں آتا ہے بلکہ قوت ارادیہ صرف کرکے اور محنت کرکے حاصل ہوتا ہے ہاں انکی
استعداد اور سیکھنے کی قوت طبعی طور پر ودیعت رکھی گئی ہے اس استعداد سے آدمی کام لیتا ہے
اور تحصیل ضروریات کا ارادہ کرتا ہے تو نئے نئے معلومات تک اسکو رسائی ہوتی جاتی ہے
اور معلومات کا ذخیرہ جمع ہوتا جاتا ہے اس ذخیرہ ہی کا نام سائنس[ف] یا فلسفہ یا حکمت ہے اور اسکے جاننے
والے کو سائنس دان یا فلاسفر یا حکیم کہتے ہیں لیکن یہ شرط ہے کہ جن چیزوں کا علم ہو وہ علی ما ہی علیہ
یعنی صحیح طریق پر ہو اور اگر غلطی کے ساتھ ہو جیسے پاگلوں کو ہوتا ہے کہ دوست کو دشمن سمجھکر اینٹ
مارنے لگتا ہے تو نہ اسکو حکمت کہینگے اور نہ اسکے جاننے والے کو حکیم نیز یہ بھی شرط ہے کہ ایسی
باتوں کا علم ہو جو کسی درجہ میں قابل شمار ہوں ورنہ بچے جو مٹی ریت میں گھروندے بناتے ہیں وہ
بھی کسی درجہ میں نئی ایجاد ہی ہے مگر ایسے بچوں کو کوئی حکیم اور فلسفی نہیں کہتا غرض حکمت یا فلسفہ موجودات
کے علم کا نام ہوا جو مطابق واقع کے ہو اور طفلانہ حرکت نہ ہو بلکہ ایسی بات ہو جسکو کمال کہہ سکیں
ظاہر ہے کہ جتنا یہ ذخیرہ زیادہ ہوتا جائے گا اتنی ہی سہولتیں انسانی حاجات میں ہوتی جائینگی
اسکو آجکل ترقی کہا جاتا ہے ایک دنیا آجکل اسی پر مٹی ہوئی ہے کہ اسی میں غور وخوض کرتے
ہیں جس سے طرح طرح کے انکشافات ہوتے جاتے ہیں اور وہ وہ چیزیں وجود میں آتی جاتی ہیں

ف[ف] اس ذخیرہ کا علم فلسفہ کی صرف ایک قسم ہے یعنی نظری عملی اس سے خارج رہگئی دوسرے یہ کہ سائنس مرادف نہیں ہے فلسفہ
یا حکمت کا بلکہ وہ اسکی صرف ایک قسم ہے یعنی حکمت طبعیہ ۱۲ ۔

(ح) جنکی طرف پہلے وہم و گمان کی بھی رسائی نہ تھی بلکہ انکو محال عادی سمجھا جاتا تھا فلسفہ میں ترقی
کرنا علوم مین ترقی کرنا ہے اور حقیقی ترقی اور انسانی کمال ہے اور ہر زمانہ مین اسکا رواج رہا
ہے ایک زمانہ مین غایت عروج پر پہونچ چکا ہے اسکو فلسفہ قدیم کہا جاتا ہے آجکل بھی اسکو
از سر نو ترقی شروع ہوئی ہے اسکو فلسفہ جدید کہا جاتا ہے فلسفہ جدید و قدیم مین فرق یہ ہے کہ
فلسفۂ جدید صرف مشاہدات اور ضروریات معاش ہی تک پہنچی ہے اور فلسفۂ قدیم کا قدم بہت
آگے پہونچ چکا تھا انھون نے ان چیزون سے بھی بحث کی ہے جو نظر میں نہیں آتیں اور
صرف دلیل سے ان تک رسائی ہوتی ہے جیسے ذات و صفات صانع عالم کے مسائل وغیرہ
فلسفۂ جدید کی نظر ابھی اسقدر موٹی ہے اور علوم ناکمل ہیں کہ جبتک کسی چیز کا مشاہدہ ہی نہو جاوے
اسوقت تک اسکو صرف تعجب ہی کی نظر سے نہیں دیکھتے بلکہ اسکے وجود کا انکار کر بیٹھتے ہیں حتی کہ
آسمان کے وجود کا انکار ہے اور کہتے ہیں کہ جسکو آسمان کہا جاتا ہے وہ صرف منتہائے نظر
ہے یہ قاعدہ کسقدر غلط ہے کہ جس چیز کو دیکھا نہ ہو اسکا انکار کر دینا چاہیئے بجلی وغیرہ
بہت سی ایجادین اسی فلسفہ جدید کی ایسی موجود ہیں جو پہلے زمانہ میں نہ تھیں تو کیا اُس زمانہ
مین جبکہ انکا وجود نہ تھا یہ رائے صحیح ہو سکتی تھی کہ انکا وجود نا ممکن ہے اگر ایسا ہوتا تو انکی
تلاش میں کیون کھڑے ہوئے اور نا ممکن چیزین کیسے ممکن ہو گئین اور اب بھی بہت سی
اُن چیزون کے پیچھے کیون پڑے ہوئے ہین جو ابتک مشاہدہ میں نہیں آئیں، انکا انکار کر کے
خاموش کیون نہیں بیٹھ رہتے جیسے مریخ مین جانا اور چاند کی آبادی کی تحقیقات وغیرہ اگر
وہ اصول صحیح ہو تو ایجاد کا تو دروازہ ہی بند ہو جاوے جسپر آج یورپ کو فخر ہے اور بمقابلہ
اس اصول کے فلسفہ قدیم کا اصول یہ ہے کہ عدم علم عدم کو مستلزم نہیں یعنی ایک چیز ہم کو معلوم
نہ ہو تو اس سے لازم نہیں آتا کہ اسکے نہ ہونے کا ہم یقین کر لیں اور اسکا انکار کر دیں بلکہ
انکار کرنے کے لئے کسی یقینی دلیل کی ضرورت ہے جو اُسکے نہ ہو سکنے کو ضروری ثابت کرے
اس اصول کے بموجب صرف ایک چیز انکار کرنے کے قابل ثابت ہوئی اور بس جسکا نام اجتماع
نقیضین ہے یہی وجہ ہے کہ پرانے فلسفہ کا جاننے والا معراج شریف اور جنت و دوزخ
بلصراط وغیرہ کسی چیز کا انکار نہیں کرتا۔ کیونکہ اسکے موجود نہ ہو سکنے پر کوئی دلیل یقینی موجود

(ح) نہیں اور فلسفہ جدیدہ والے ہر ہر بات کا انکار کرتے ہین کیونکہ انکا مشاہدہ نہیں ہوا دونون فلسفون مین موازنہ کرنے سے وہ نسبت ثابت ہوتی ہے جو ایک بے علم گنوار اور ایک حساب دان آدمی میں ہو کہ حساب دان آدمی حساب لگا کر بتاتا ہے کہ چالیس میل فی گھنٹہ چلنے والی ڈاک گاڑی دہلی سے کلکتہ اکیس گھنٹے کے قریب میں پہونچ جاویگی اور وہ گنوار کہتا ہے کہ یہ ناممکن ہے کیونکہ ہم نے کبھی اسکا مشاہدہ نہیں کیا لہٰذا تمہارا کہنا بالکل جھوٹ ہے وہ کہتا ہے میں دلیل سے کہتا ہون حساب لگا کر دیکھ لو تو وہ گنوار جواب دیتا ہے کہ مشاہدہ سے زیادہ کوئی دلیل نہیں جبتک مشاہدہ نہ کرون میں اسکو غلط کہونگا جب یہ اصول فلسفہ جدیدہ کا غلط ٹھیرا کہ جس چیز کا مشاہدہ نہو وہ قابل انکار ہے تو جسکو اسوجہ سے کہ وہ فلسفہ کے مدعی اور طرفدار ہیں اور فلسفہ ہر قسم کے مجموعہ علوم کا نام ہے اپنے علوم اور بڑہانے چاہئیں اور ان چیزون کی طرف بھی نظر اٹھانی چاہیئے جنکا فلسفہ قدیمہ میں ذکر ہے یعنی ذات وصفات حضرت صانع عز اسمہ کے مسائل اس سے انکو ایک بہت بڑے ذخیرہ علوم کا پتہ چلیگا جسکو علم معاد کہتے ہیں جب وہ اس فن میں قدم رکھینگے تو انکو معلوم ہوگا کہ یہ فن تمام علوم وفنون سے زیادہ ضروری اور واجب الترجیح ہے جس مین وہ منہمک ہیں یعنی علوم معاش پھر انکے کان میں یہ آواز پڑیگی کہ علوم معاد جو فلسفہ سے بذریعہ عقل کے حاصل کئے گئے ہیں اُن میں غلطیاں ہین جو بتانے سے رفع ہوتی ہیں اور یہ بتانے والا ایک مستقل علم ہے جسکو علم وحی یا نقل کہتے ہیں اور اسیکو شریعت بھی کہتے ہیں اس کی طرف بھی کان لگانا ان کو ضروری ہوگا کیونکہ منجملہ علوم کے ہے اور فلسفہ مجموعہ علوم ہی کا نام ہے اور یہ اس کے حامی اور ترقی دینے والے ہیں اس تقریر سے شریعت کا فلسفہ میں داخل ہونا اچھی طرح سمجھ میں آگیا ہوگا۔

چونکہ یہ کتاب اشتباہات شریعت کے ہی اثبات کے واسطے لکھی جارہی ہے اسواسطے حکمت کی اتنی تشریح کرنی پڑی تاکہ شریعت اور حکمت کا تعلق معلوم ہوجاوے جب حکمت کا تعلق ہر علم وفن سے ہوا تو اسکی سینکڑون شاخیں ہونگی ان شاخون کے انضباط کے لئے تقسیم اس طرح کی ہے کہ حکمت میں جن موجودات کا بیان ہوگا وہ دو قسم کے ہیں ایک وہ افعال ہیں جن کا وجود ہمارے قدرت واختیار میں ہے جیسے چلنا پھرنا بود وباش ملک داری وغیرہ۔ دوسرے وہ موجودات جنکا وجود ہمارے قدرت واختیار میں نہیں جیسے صانع عالم

۲۰

(۱) اور جتنے علوم ہیں سب میں کسی نہ کسی حقیقت ہی کے احکام مذکور ہوتے ہیں غرض اس حکمت کی تقسیم اولی دو قسم ہیں کیونکہ جن موجودات سے بحث کیجاتی ہے یا تو وہ ایسے افعال و اعمال ہیں جنکا وجود ہماری قدرت و اختیار میں ہے یا ایسے موجودات ہیں جنکا وجود ہمارے اختیار مین نہیں قسم اول کے احوال جاننے کا نام حکمت عملیہ ہے اور قسم ثانی کے احوال جاننے کا نام حکمت نظریہ ہے اور ان دو قسمون میں سے ہر قسم کی تین تین قسمیں ہیں کیونکہ حکمت عملیہ یا تو ایک شخص کے مصالح کا علم ہے اسکو تہذیب اخلاق کہتے ہیں اور یا ایک ایسی جماعت کے مصالح کا علم ہے جو ایک گھر میں رہتے ہیں اسکو تدبیر المنزل کہتے ہین یا ایسی جماعت کے مصالح کا علم ہے جو ایک شہر یا ملک میں رہتے ہیں اسکو سیاست مدنیہ[خانہ داری ۱۲] کہتے ہیں یہ تین قسمیں حکمت عملیہ کی ہوئیں اور حکمت نظریہ یا تو ایسی اشیاء کے احوال کا علم ہے جو اصلا مادہ کی محتاج نہیں نہ وجود خارجی میں نہ وجود ذہنی میں اسکو علم الہی کہتے ہیں

(ح) جل شانہ کی ذات وصفات یا علم ریاضی یا علم طبقات الارض وغیرہ حکمت کی قسم اول کا نام حکمت عملیہ ہے کیونکہ اسکو تعلق افعال و اعمال سے ہے اور دوسری قسم کا نام حکمت نظریہ یا حکمت علمیہ ہے کیونکہ اس میں صرف معلومات ہیں اختیاری چیزیں نہیں ہیں پھر قسم اول کی یعنی حکمت عملیہ کی تین قسمین ہیں کیونکہ اُس مین اگر ایک شخص کی ضرورتون اور مصلحتون کا بیان ہے تو اسکو تہذیب اخلاق کہتے ہیں اور اگر چند آدمیون کے ملکر رہنے کی ضروریات اور مصلحتون کا بیان ہے تو اسکو مدبیر منزل (تدبیر خانہ داری) کہتے ہیں اور اگر بہت سے آدمیونکی بود و باش کی ضروریات اور مصلحتون کا بیان ہے تو اسکو سیاست مدنیہ (تدبیر ملک داری) کہتے ہیں۔

اسیطرح دوسری قسم کی یعنی حکمت نظریہ کی بھی تین قسمیں ہیں جو عنقریب مذکور ہوتی ہیں چونکہ حکمت نظریہ میں ایسے موجودات کا بیان ہوتا ہے جو ہمارے اختیار میں نہیں تو ان کا صرف علم ہی علم ہوگا ہمارے فعل وعمل کا کچھ دخل اس میں نہ ہوگا ایسی چیزین کئی طرح کی ثابت ہوتی ہیں ایک وہ ہین جو اپنے وجود مین خواہ وجود ذہنی مانا جاوے یا واقعی مادہ کی مطلق محتاج نہیں جیسے ذات صانع عالم جل شانہ اسکا نام علم الہیات ہے دوسری وہ ہیں جو وجود ذہنی میں تو

۲۱

(۱) اور یا ایسی اشیاء کے احوال کا علم ہے جو وجود خارجی میں تو محتاج الی المادہ ہیں مگر وجود ذہنی مین نہیں اسکو علم ریاضی کہتے ہین اور یا ایسی اشیاء کے احوال کا علم ہے جو وجود ذہنی اور خارجی دونون میں محتاج الی المادہ ہیں اسکو علم طبعی کہتے ہیں یہ تین قسمین حکمت نظریہ کی ہیں۔

پس حکمت کی کل یہ چھ قسمیں ہوئیں تہذیب اخلاق۔ تدبیر منزل۔ سیاست مدنیہ

(۲) محتاج مادہ کی نہین لیکن وجود خارجی یعنی نفس الامری مین مادہ کی محتاج ہین جیسے گول ہونا یا مربع ہونا یا مثلث ہونا جبکہ کسی خاص چیز سے قطع نظر کر لیجاوے کہ یہ مضمون ذہن مین بلا قید آسکتا ہے لیکن جب یہ شکلین واقع میں موجود ہونگی تو بلا کسی مادی چیز میں پائے جا نیکے نہیں ہونگی اس قسم کے احوال جاننے کا نام علم ریاضی ہے اور حکمت تعلیمی ہے۔ تیسری وہ ہیں جو وجود ذہنی اور خارجی دونون مین مادہ کی محتاج ہین جیسے انسان کا جسم کہ جب اسکا تصور ذہن میں کیا جاویگا تو مع مادہ گوشت پوست وغیرہ کے ہوگا اور جب واقع میں موجود ہوتا ہے تو اسی مادہ گوشت پوست میں موجود ہوتا ہے اس قسم کے احوال کے جاننے کا نام حکمت طبعی ہے تو حکمت نظریہ کی تین قسمیں ہوگئیں۔ الٰہی۔ ریاضی۔ طبعی اور تین ہی قسمین حکمت عملیہ کی تھیں تو کل قسمین حکمت کی چھ ہوگئیں۔ تہذیب اخلاق۔ تدبیر منزل۔ سیاست مدنیہ۔ علم الٰہی۔ ریاضی۔ طبعی۔

یہ اصول اقسام ہین انکی قسمین اسقدر ہیں کہ کوئی علم و فن ان سے علیحدہ نہیں ہوسکتا ہندسہ۔ ہیئت۔ موسیقی۔ صنعت و حرفت وغیرہ سب کو حاوی ہیں چنانچہ قدیم فلاسفرون نے ہر علم و فن مین کتابیں لکھی ہیں اور اسیوجہ سے دُنیا بھر انکو مقتدا مانتی تھی یہان چونکہ فلسفہ کی کتاب لکھنا مقصود نہیں اسواسطے نہ تمام اقسام کے بیان کی ضرورت ہے نہ اس سے زیادہ ان چھ اقسام کی شرح کی ضرورت (کہ بعض اقسام کی ماہیت مثلاً علم الٰہی کی حقیقت اتنے بیان کے بعد بھی آجکل کے تعلیمیافتون کے ذہن مین نہیں آئیگی کیونکہ وہ اس جملہ کو مشکل سے سمجھ سکتے ہیں کہ کوئی چیز وجود ذہنی اور خارجی میں مادہ کی محتاج نہیں اور کوئی چیز وجود خارجی میں مادہ کی محتاج ہے اور وجود ذہنی میں نہیں احقر کی بعض بہت قابل پروفیسرون سے ملاقات ہوئی انھون نے سوال کیا کہ فرشتون کے وجود کی کیا دلیل ہے جواب دیا گیا کہ انکا وجود

(۱) علم الٰہی۔ علم ریاضی۔ علم طبعی۔ اور گو اقسام الاقسام اور بھی بہت ہیں مگر اصول اقسام ان ہی مین منحصر ہین۔

اَب جاننا چاہیئے کہ شریعت کا مقصد اصلی ادا حقوق خالق وادا حقوق خلق کو ذریعہ رضائے حق بنانے کی تعلیم ہے گو مصالح دنیویہ بھی ان پر مرتب ہیں اور

(ح) عقلاً ممکن ہے اور نقلاً اسکی خبر آئی ہے لہذا وجو ثابت ہوا قریب ایک گھنٹہ کے گفتگو رہی لیکن انکی سمجھ میں عقلاً امکان و امتناع کے معنی ہی نہیں آئے جب پروفیسرون اور استادونکی یہ حالت ہے تو شاگردون اور طالب علمون کی کیا حالت ہوگی) اس کتاب مین جو مقصو ہے وہ آگے آتا ہے حکمت کی اور اقسام حکمت کی صرف اتنی ہی شرح کافی ہے حاصل یہ ہے کہ ہر قسم کی کارآمد معلومات کے ذخیرہ کا نام فلسفہ ہے اور معلومات کی کوئی حد نہیں اسواسطے اس ذخیرہ کی بھی کوئی حد نہیں ہوسکتی مگر انکی اجمالی تحدید ان چھ اقسام کے بیان سے ہوجاتی ہے چونکہ معلومات بڑھانیکی طرف ہر شخص کو میلان ہوتا ہے اسواسطے فلسفہ (سائنس) کی طرف سب کو میلان ہے اور اس کتاب میں مقصود شریعت اور فلسفہ کی مخالفت کو اٹھا کر دکھانا ہے اسواسطے ان چھ اقسام میں سے اس کتاب میں اُن ہی اقسام سے تعرض کیا جائیگا جن میں شریعت اور فلسفہ میں کچھ تعارض ہو اور یہ موقوف ہے اسپر کہ معلوم ہوجاوے کہ شریعت کیا چیز ہے جیسا کہ فلسفہ کا تعلق ہزاروں چیزون سے ہے ایسے ہی شریعت کا تعلق بھی بہت چیزون سے ہے لیکن خلاصہ سب کا یہ ہے کہ شریعت کا مقصد اصلی حضرت خالق جل شانہ کے حقوق کا ادا کرنا ہے لیکن خالق جل شانہٗ نے کچھ حقوق مخلوق کے بھی مقرر فرمائے ہین شریعت نے اُنکے ادا کرنیکا حکم دیا ہے تو انکا ادا کرنا بھی اسی غرض سے ضروری ہوا کہ حق تعالےٰ کا حکم ہے اور حق تعالےٰ انکے ادا کرنے سے راضی ہونگے پس اصل غرض اور خلاصہ شریعت کا یہی ہے چونکہ یہ حقوق مخلوق کے ایسی ذات کے تعلیم کئے ہوئے ہیں جس نے مخلوق کو بنایا اور اسی نے یہ ضروریات لگائیں اور اسکو مخلوق سے زیادہ انکی ضروریات کا اور ہر بات کا علم ہے اسواسطے صاف ظاہر ہے کہ اسکے تبلائے ہوئے طریقون مین دنیاوی مصلحتیں بھی ضرور ہونگی اگرچہ وہ ہماری سمجھ میں نہ آویں ایسے موقع پر سمجھ لینا چاہیئے کہ کسی مصلحت جمہوری کو مصلحت شخصی پر ترجیح دی ہے مثلاً

۲۳

(۱) جہاں خلاف مصلحت دنیویہ معلوم ہوتا ہے یا تو وہاں مصلحت جمہوری کو مصلحت شخصیہ پر مقدم کیا ہے اور یا اس مصلحت سے زیادہ اس میں روحانی مضرت تھی اسکو دفع کیا ہے بہر حال اصل مقصود یہی رضاء حق ہے اور ریاضی اور طبعی کو اور حقوق خالق یا خلق مین کوئی دخل نہیں اس لئے شریعت نے بطور مقصودیت کے اس سے کچھ بحث نہیں کی اگر کہیں طبعیات وغیرہ کا کوئی مسئلہ آگیا ہے

(ح) چوری کو منع کیا ہے حالانکہ بعض وقت چور کو ضرورت ہوتی ہے وجہ یہ ہی کہ گو چوری میں شخصی مصلحت ہے کہ ایک شخص کا کام نکلتا ہے لیکن جمہوری مصلحت کے خلاف ہے اسواسطے کہ اگر ایک شخص کو اجازت دیجائیگی تو دوسرا بھی یہی چاہے گا اس طرح چوری کا رواج ہو جائیگا پھر امن نہ رہے گا اور عام بدامنی ہوجاویگی اور ہزاروں خرابیاں نمودار ہونگی یا یہ سمجھ لینا چاہئے کہ ایک کام مین گو مصلحت دنیاوی معلوم ہوتی ہے لیکن اس سے شریعت نے منع کیا ہے اسمیں کوئی روحانی نقصان اس مصلحت سے زیادہ ہوگا اس سے بچایا ہے مثلاً سود سے منع کیا ہے حالانکہ سود میں بہت نفع ہے لیکن اسمین روحانی مضرت یہ ہے کہ حرص مال اور بخل پیدا ہوتا ہے جو اخلاقی عیب ہیں اس واسطے اس سے بچایا ہے غرض کوئی حکم حضرت خالق جل علا شانہٗ کا حکمت سے خالی تو نہیں ہوسکتا لیکن اصلی غرض شریعت سے اسکو راضی کرنا ہی ہے فلسفہ کے دو جزون کو یعنی ریاضی اور طبعی کو اس راضی کرنے میں کوئی دخل نہیں اسواسطے شریعت نے ان دونون جزون سے بطور مقصودیت کچھ بحث نہیں کی مثلاً کوئی باب اسکا نہیں مقرر کیا کہ کروی شکل کس کو کہتے ہیں اور مخروطی کس کو اور پانی سے بھاپ بنانے اور مشینیں تیار کرنے کی یہ ترکیب ہے (یہاں سے بعض تعلیم یافتون کے اس خیال کی تردید ہوتی ہی کہ شریعت نے ایسی مفید تعلیمیں جس سے آج یورپ ترقی کر رہا ہے کیون نہیں دین بعضے شوق میں آکر اسکی کوشش کرتے ہیں کہ ان تعلیمون کو قرآن میں داخل کرتے ہیں۔ جواب یہ ہے کہ یہ باتیں بلکہ کل علم ریاضی اور طبعی شریعت کے مقاصد میں سے نہیں غیر مقصود کو مقصود بنانا بڑی غلطی ہے اور خبط ہے یہ ایسا ہے جیسے کوئی قانون کی کتاب لکھنا شروع کرے اور اسمیں ایک باب اس بیان میں بھی رکھے کہ کبڈی یون کھیلتے ہیں اور گلی ڈنڈا یوں اور ضرورت اسکی یہ بیان کرے

(باقی آئندہ)

مطلب یہ کہ بس اس نشانی سے تم کو ان کا صدق و کذب معلوم ہو جاویگا آگے ایک قاعدہ کلیہ بیان کرتا ہے کہ۔

جان بابا چون بخسپد ساحری سحر و مکرش را نباشد رہبری

یعنی اے جان باپ کی جب کوئی ساحر سو رہتا ہے تو اُسکے سحر اور مکر کا کوئی رہبر نہیں رہتا اسلیئے کہ وہ ہی متصرف تہا وہ سو گیا اب اسکا تصرف باطل ہو جاتا ہے اسکی ایسی مثال ہے کہ۔

چونکہ چوپان خفت گرگ امین شود چونکہ خفت او جہد او ساکن شود

یعنی جبکہ چوپان سو جاوے تو گرگ بیخوف ہو جاتا ہے چونکہ وہ سو رہا ہے اُسکی کوشش ساکن ہو گی یعنی جب وہ سو گیا تو اُسکی خوب حفاظت بھی باطل ہو گئی۔

۲۰۹ **لیک حیوانے کہ چوپانش خداست گرگ را آنجا امید و رہ کجاست**

یعنی لیکن جس جانور کا خدا نگہبان ہے گرگ کو اُس جگہ امید اور راہ کب ہے اس لئے کہ وہ تو کبھی غافل نہیں ہوتے نہ سوتے ہیں تو وہاں کسیکی رسائی نہیں ہونگی لہذا یاد رکھو کہ۔

جادوئی کہ حق کند حق ست و راست جادوئی خواندن مر آن حق را خطاست

یعنی جس جادو کو حق تعالے حق اور سچا فرما دیں تو اس حق کو جادو کہنا ہی خطا ہے مطلب یہ کہ اسی طرح جس کا محافظ خدا ہو وہاں کسیکی دسترس نہیں اسی طرح جسکی کہ حق تعالے حفاظت کریں اسکو کون مٹا سکتا ہے تو اگر وہ جادو ہے تو انکے سو رہنے سے اُسکا اثر باطل ہو جاویگا اور تم اسکے چرانے پر قادر ہو گے اور اگر وہ حق تعالے کی طرف سے ہے تو پھر تم اُسکے چرانے پر قادر نہ ہو گے اسلئے کہ حق تعالے تو ہر گھڑی متصرف ہیں

پھر بولا کہ۔

جان بابا این نشان قاطع ست گر بمیرد نیز حقش رافع ست

یعنی اے جان پدر یہ نشانی قاطع ہے اور اگر وہ مر بھی جاوے تب بھی حق اسکا رافع ہے یعنی اس نے کہا کہ اُنکا اثر سونے سے تو کیا جاتا اگر وہ مر بھی جاویں تب بھی اُنکا اثر زائل نہیں ہوتا بلکہ اسیطرح قائم رہتا ہے آگے مولانا اس سے ایک دوسرے مضمون کی طرف انتقال فرماتے ہیں وہ یہ ہے کہ جس طرح موسےٰ علیہ السلام کے سو جانے سے اُس عصا پر کسی کا دسترس نہ پہنچا تھا اسیطرح حضور مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات سے قرآن شریف پر کسی محرف کو قدرت نہیں ہوسکتی سبحان اللہ خوب ہی انتقال ہے۔

۲۱۰

مصطفےٰ را وعدہ کرد الطاف حق
گر بمیری تو نمیرد آن سبق

من کتاب و معجزت را رافعم
بیش و کم کن را ز قران مانعم

من ترا اندر دو عالم حافظم
طاغیان را از حدیثت رافضم

کس نتاند بیش و کم کردن درو
تو بہ از من حافظے دیگر مجو

رونقت را روز افزون مے کنم
نام تو بر زر و بر نقرہ زنم

منبر و محراب سازم بہر تو — در محبت قہر من شد قہر تو

نام تو از ترس پنہان میکنند — چون نماز آرند پنہان می شوند

خفیه میگویند نامت را کنون — خفیه ہم بانگ نماز ای ذوفنون

از ہراس و ترس کفار لعین — دینت پنہان می شود زیر زمین

من مناره بر کنم آفاق را — کور گردانم دو چشم عاق را

چاکرانت شہرہا گیرند و جاه — دین تو گیرد ز ماہی تا بماه ۲۱۱

تا قیامت باقیش داریم ما — تو مترس از نسخ دین ای مصطفیٰ

اے رسول ما تو جادو نیستی — صادقی ہم خرقهٔ موسیستی

ہست قرآن مر ترا ہمچو عصا — کفرہا را درکشد چون اژدہا

تو اگر در زیر خاکے خفتهٔ — چون عصایش دان تو آنچه گفتهٔ

گرچه باشی خفته تو در زیر خاک — چون عصا آگه بود آن گفت پاک

قاصدان را بر عصایت دست نے	تو بخسپ ای شہ مبارک خفتنے
تن بخفتہ نور جان در آسمان	بہر پیکارے تو زہ کردہ کمان
فلسفے و آنچہ پوزش میکند	قوس نورت تیر دوزش میکند
آنچنان کرد و از آن افزون کہ گفت	او بخفت و بخت و اقبالش نخفت

اب مولانا گر بمیرد نیز حقش رافع ست کی تائید فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مذکورہ بالا بیان
بالکل صحیح ہے چنانچہ اسکی نظیر یہ واقعہ موجود ہے کہ حق سبحانہ نے اپنے فضل و کرم سے
جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے وعدہ فرمایا ہے کہ اگر آپ انتقال بھی فرماجاوین ۲۱۲
تو قرآن پھر بھی زندہ رہے گا میں اس کتاب اور اس معجزہ کو تفوق بخشونگا اور جو اس میں تحریف
کرنا چاہے گا مین مزاحمت کرونگا اور اسکو کامیاب نہ ہونے دونگا مین آپ کا دونون عالم
میں محافظ ہوں اور جو آپ کی بات نہ مانیں میں نہ انکو چھوڑ دونگا جب میں تم پر اتنا مہربان
ہون تو مین قرآن کی بھی حفاظت کرونگا تم اطمینان رکھو قرآن میں کوئی شخص کمی بیشی نہیں
کرسکتا اور مجھ سے بڑھکر تم کو کوئی محافظ ملے گا بھی نہیں پس فکر بیکار ہے مین آپکی رونق
کو روز بروز ترقی دونگا اور سونے چاندی پر آپکے نام کا سکہ ہوگا میں آپ کے لئے منبر و محراب
بناؤنگا جن میں آپ بحیثیت ایک مقتدا کے جلوہ افروز ہونگے اور چونکہ مجھے آپ سے
نہایت محبت ہے اسلئے آپ کا قہر و غضب میرا قہر و غضب ہوگا گو اب یہ حالت ہو
کہ مومنین مارے خوف کے آپ کا نام نہیں لے سکتے اور نماز بھی پڑھتے ہیں تو چھپ کر
اور آپ کا نام بھی لیتے میں تو آہستہ سے اور آذان بھی دیتے ہیں تو اس طرح کہ کسیکو خبر
نہ ہو اور ملعون کفار کے خوف سے آپ کا دین یون پوشیدہ ہے جیسے کوئی چیز

زمین میں چھپی ہوئی ہو لیکن عنقریب میں آپ کے دین کو مشہور عالم کرونگا اور نا فرمانوں کی آنکھوں کو اس کی چمک دمک سے اندھا کرونگا آپ کے خدام ملک و جاہ پر قابض ہو گئے اور آپکے دین کا زمین سے آسمان تک تسلط ہو گا آپ اسکا بھی اندیشہ نہ کریں کہ آپ کا دین کسی وقت میں ادیان سابقہ کیطرح منسوخ ہوجاویگا یا مٹ جاویگا نہیں بلکہ ہم اسکو قیامت تک باقی رکھینگے اے ہمارے رسول آپ جادو نہیں جسکی شان وشوکت عارضی ہو بلکہ آپ سچے اور موسئے علیہ السلام کے ساتھ نبوت میں مماثل ہیں آپ کے لئے قرآن ایسا ہی ہے جیسا انکے پاس عصا تھا کہ یہ بھی تمام کفر ونکو اژدہے کیطرح نگل جاویگا آپ اگرچہ زیر زمین خواب راحت میں ہوں مگر آپ کے منہ سے نکلا ہوا کلام مثل عصائے موسئے ہو گا کہ اسکو کوئی ضرر نہیں پہونچا سکتا اگرچہ آپ زیر خاک سو رہے ہوں مگر آپ کے منہ سے نکلا ہوا کلام عصا کی طرح خبردار ہو گا اور جو اس میں تحریف وغیرہ کا قصد کریگا اسکا اسیر قابو نہ چلیگا یس آرام سے سوئیے اور کچھ فکر نہ کیجئے آپ کا جسم سوتا ہو گا مگر آپ کا نور جان عالم بالا پر پہنچا ہوا جنگ مخالفین کے لئے کمان کھینچے ہوئے ہو گا یعنی آپ کو روحانی تعلق حق سبحانہ سے ہو گا جسکی وجہ سے حق سبحانہ اسوقت اسکی خصوصیت کے ساتھ محافظ ہونگے اور فلسفی اور حکیم دنیا اور انکا پوزچہ کارروائی آپ کے خلاف کریگا آپ کا نور اسکو فنا کر دیگا اب مولانا فرماتے ہیں کہ جیسا حق سبحانہ نے وعدہ فرمایا تھا ویسا ہی کیا جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سو گئے مگر آپ کا بخت و اقبال بیدار رہا۔

۲۱۳

شرح شبیری

قرآن مجید کو عصائے موسیٰ علیہ السلام سے تشبیہ دینا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کو موسیٰ علیہ السلام کے

سو جانیسے تشبیہ دینا اور قرآن شریف مین تحریف کرنیوالونکو اُن ساحر بچّون سے تشبیہ دینا جنھون نے کہ عصائے موسیٰ علیہ السّلام کو چرانا چاہا تھا جبکہ موسیٰ علیہ السّلام سو رہے تھے

مصطفےٰ را وعدہ کرد الطاف حق ۔۔۔ گر بمیری تو نمیرد این سبق

یعنی مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے الطاف حق نے وعدہ فرمایا تھا کہ اگر آپ وفات بھی پا گئے تب بھی یہ درس قرآن نہ مریگا اسلئے کہ ۔ ۲۱۴

من کتاب و معجزت را رافعم ۔۔۔ بیش و کم کن را ز قرآن مانعم

یعنی مین آپکی کتاب اور معجزہ (کے رتبہ) کو بلند کرنے والا ہون اور گھٹانے بڑہانے والیکو قرآن سے مانع ہون (اور کسیکو قدرت نہ ہونے دونگا)

من ترا اندر دو عالم حافظم ۔۔۔ طاغیان را از حدیثت دافعم

یعنی میں آپ کا دونون عالم مین حافظ ہون اور نافرمانون کو آپکی حدیث سے دفع کرنیوالاہون

کس نتاند بیش و کم کردن درو ۔۔۔ تو بہ از من حافظے دیگر مجو

یعنی اسمیں کوئی شخص بیش وکم نہ کرسکیگا آپ مجھ سے بہتر کوئی اور محافظ نہ تلاش کرین ۔

رونقت را روز افزون میکنم ۔۔۔ نام تو بر زر و بر نقرہ زنم

یعنی آپ کی رونق کو دن پر دن زیادہ کرونگا اور آپ کے نام کو سونے اور چاندی پر لاؤنگا یعنی آپکی سلطنت ہوگی اور آپکے نام کا سکہ چلیگا چنانچہ ہوا۔

منبر و محراب سازم بہر تو در محبّت قہر من شد قہر تو

یعنی مین آپکے لئے منبر اور محراب بناؤنگا اور محبت مین آپ کا قہر میرا قہر ہے مطلب یہ کہ آپ سے محبت ہونے کی وجہ سے اگر کسی پر آپ کا قہر ہوگا تو اسپر میرا قہر بھی ہوگا اور مین تمہارنے لئے منبر و محراب جو کہ لوازم سلطنت سے ہیں بناؤنگا اور ابھی تو یہ حالت ہے کہ

نام تو از ترس پنہان میکنند چون نماز آرند پنہان مے شوند

یعنی آپ کے نام کو خوف کی وجہ سے پوشیدہ کرتے ہین اور جب نماز پڑھتے ہیں تو پوشیدہ ہوجاتے ہیں۔

۲۱۵

خفتہ میگویند نامت راکنون خفیہ ہم بانگ نماز ای ذی فنون

یعنی اب تو آپکے نام مبارک کو خفیہ لیتے ہیں اور آواز نماز کو بھی خفیہ رکھتے ہیں اے ذوفنون

از ہراس و ترس کفار لعین دینت پنہان می شود زیر زمین

یعنی کفار لعین کے خوف اور ترس کی وجہ سے آپ کا دین ابھی تو (گویا کہ) زیر زمین دفن ہوا ہے (مگر عنقریب یہ ہوگا کہ)

من منارہ پر کنم آفاق را کور گردانم دو چشم عاق را

یعنی میں آفاق میں اُس دین کو منارہ پر کرونگا اور منکر کی دونوں آنکھوں کو اندھا بنادونگا۔

چاکرانت شہر ہا گیرند و جاہ دین تو گیرد ز ماہی تا بماہ

یعنی آپکے غلام شہروں اور مرتبوں کو لے لین گے اور آپ کا دین ماہی سے ماہ تک محیط ہو جاویگا یعنی اسفل سے لیکر اعلےٰ تک آپ ہی کا دین ہو گا۔

تا قیامت باقیش داریم ما — تو مترس از نسخ دین ای مصطفےٰ

یعنی قیامت تک ہم اسکو باقی رکھیں گے اور اے مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم تم نسخ دین سے خوف مت کرو مطلب یہ کہ آپ بیفکر رہیں آپ کے بعد نسخ حسی نہیں ہو سکتا۔

اے رسول ما تو جادو نیستی — صادق ہم خرقۂ موسیستی

یعنی اے ہمارے رسول آپ جادو گر نہیں ہیں آپ صادق ہیں اور آپ موسےٰ کے ہم خرقہ ہیں

ہست قرآن مر ترا ہمچون عصا — کفرہا را درکشد چون اژدہا

۲۱۶ یعنی تمہارے لئے قرآن مثل عصا کے ہے کہ وہ کفروں کو اژدہا کی طرح مار ڈالتا ہے۔

تو اگر در زیر خاکے خفتۂ — چون عصا ئش دان تو انچہ گفتۂ

یعنی اگر آپ زیر خاک سو رہے ہیں تو جو کچھ کہ آپ نے فرمایا ہی اسکو عصا کی طرح جانو۔

گرچہ باشی خفتہ تو در زیر خاک — چون عصا آگہ بود آن گفت پاک

یعنی اگرچہ آپ زیر خاک سو رہے ہوں مگر اس قول پاک کو مثل عصا کے آگاہ سمجھئے کہ جسطرح وہ عصا سارقوں سے آگاہ ہو کر انکو بھگا دیتا تھا اسیطرح یہ قرآن بھی کسی کو اپنے اوپر قدرت نہ ہونے دیگا۔

قاصدان را بر عصایت دست نے — تو بخسپ ای شہ مبارک خفتنے

یعنی (تحریف کے) قاصدوں کو آپکے عصا پر قدرت نہیں ہے اے شاہ دو جہان آپ مبارک سونا سوئیے

(باقی آیندہ)

الحدیث یقال ان عیسیٰ
علیہ السلام مشی
علی الماء قال
(صلی اللہ علیہ
وسلم) لو ازداد یقینا
لمشی علی الھواء ھذا
حدیث منکر لا یعرف
ھکذا والمعروف ما رواہ
ابن ابی الدنیا فی کتاب
الیقین من قول بکر
ابن عبد اللہ المزنی قال
فقد الحواریون
نبیھم فقیل لھم توجہ
نحو البحر فانطلقوا
یطلبونہ فلما انتھوا
الی البحر اذا ھو قد اقبل
یمشی علی الماء فذکر
حدیثا فیہ ان عیسیٰ
قال لو ان لابن آدم من
الیقین شعرۃ مشی
علی الماء وفی شرح الاحیاء

حدیث۔ کہا جاتا ہے کہ عیسےٰ علیہ السلام
پانی پر چلتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ اگر اون کا یقین اور زیادہ ہوتا
تو وہ ہوا پر چلتے یہ حدیث منکر ہے (یعنی
غیر ثقہ نے ثقات کے خلاف روایت کیا
ہے) یہ اس طرح معروف نہیں ہے (معروف
مقابل ہے منکر کا) اور معروف وہ ہے
جو ابن ابی الدنیا نے کتاب الیقین میں بکر
ابن عبد اللہ مزنی کا قول نقل کیا ہے کہ
حواریین نے اپنے پیغمبر (عیسےٰ علیہ السلام)
کو (ایک بار) نہ پایا کسی نے کہا کہ وہ دریا
کی طرف گئے ہیں۔ وہ (دریا کی طرف)
اونکو تلاش کرتے ہوئے چلے جب دریا پر پہونچے
دیکھتے کیا ہیں کہ وہ پانی پر چلتے ہوئے
آرہے ہیں پھر حدیث ذکر کی جس میں یہ
ہے کہ عیسےٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر
ابن آدم کو ایک بال برابر بھی یقین ہو تو پانی
پر چلنے لگے شرح زبیدی میں ہے کہ
میں کہتا ہوں کہ نیز ابن ابی الدنیا۔ اور
ابن عساکر نے فضیل بن عیاض سے
روایت کیا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام سے

105

للزبیدی قلت روی
ابن ابی الدنیا ایضاً وابن
عساکر عن فضیل بن
عیاض قال قیل لعیسیٰ
ابن مریم بای شئ
تمشی علی الماء قال
بالایمان والیقین
قالوا فانا آمنا کما
آمنت وایقنا کما
ایقنت قال فامشوا
اذاً فمشوا معه فجاء
الموج فغرقوا فقال
لهم عیسیٰ ما لکم
قالوا خفنا الموج
قال الا خفتم رب
الموج فاخرجهم وروی
ابو منصور الدیلمی فی
مسند الفردوس بسند
ضعیف من حدیث
معاذ بن جبل لو
عرفتم الله حق معرفته

کہا گیا کہ آپ کس چیز سے پانی پر چلتے ہیں فرمایا
ایمان اور یقین سے لوگوں نے عرض کیا کہ ہم بھی
ایمان رکہتے ہیں جیسا آپ ایمان رکھتے ہیں اور ہم بھی یقین
رکھتے ہیں جیسا آپ یقین رکھتے ہیں آپ نے فرمایا تو اس
حالت میں چلو وہ اون کے ساتھہ چلے پہر
ایک موج آگئی تو لگے غوطہ کہانے اون سے
عیسے علیہ السّلام نے فرمایا تم کو کیا ہوا کہنے
لگے ہم موج سے ڈر گئے آپ نے فرمایا تم رب
موج سے کیوں نہ ڈرے پہر ان کو آپ نے
(دریا سے) نکالا زبیدی کا قول ختم ہوا۔
اور ابو منصور دیلمی نے مسند الفردوس میں
سند ضعیف سے معاذ بن جبل کی حدیث سے
روایت کیا ہے کہ اگر تم کو اللہ تعالیٰ کی ایسی
معرفت ہوتی جیسا معرفت کا حق ہے تو
تم دریاؤں پر چلتے اور تمھاری دعاؤں سے
پہاڑ (اپنی جگہ سے) ٹل جاتے **ف** مراد
یقین سے اس مقام پر یہ ہے کہ بعض واقعات
یومیہ کی نسبت بعض تصرفات حق کا ایسا
جازم خیال ہو جس میں جانب مخالف کا احتمال
ہی نہو مثلاً یہ پختہ خیال کر لیا کہ میں اگر پانی
پر چلوں گا تو اللہ تعالیٰ مجھکو غرق نہ کریں گے)

۱۰۱

نجوا عرق بعض درجات التوکل العلم بالیقین

لمشيتم على البحور
ولزالت بدعائكم
الجبال فى المراد
باليقين ههنا هو
الجزم ببعض تصرفات
الحق فى بعض الحوادث
اليومية بحيث
لا يحتمل النقيض وهو
قسم من التوكل و
هذه خاصيته عادة
الا لمانع خاص
وليس من لوازم الايمان
ولا من خواصه نعم يزداد
بركته بالايمان وهو معنى
قول عيسى عليه السلام
بالايمان واليقين وحديث
معاذ لو عرفتم اى لو
ايقنتم وعرفتم والمقصود
بيان خاصيته لا فضيلته
ولو اشكل عليك ان
الغزالى كيف جوز هذه

اور یہ توکل کی ایک قسم ہے اور یقین (بالمعنی
المذکور) کی عادۃً یہ خاصیت ہے مگر کسی
مانع خاص سے (اس کا تخلف بھی ہو جاتا ہے)
اور یہ یقین (بالمعنی) نہ لوازم ایمان سے ہے
(ممکن ہے کہ ایک شخص کامل الایمان ہو اور یہ
خیال اس درجہ کا اوسکو حاصل نہو) اور نہ
خواص ایمان سے ہے (ممکن ہے کہ یہ خیال
اس درجہ کا کسی غیر مومن کو بھی حاصل ہو جاوے)
البتہ ایمان سے اس (خیال) میں برکت زائد
ہو جاتی ہے اور یہی (ازدیاد برکت) معنی
ہیں عیسیٰ علیہ السلام کے ارشاد کے کہ ایمان
اور یقین سے اور یہی معنی ہیں) حدیث
معاذ کے اگر تمکو اللہ تعالیٰ کی معرفت ہوتی
یعنی اگر تمکو یقین اور معرفت حاصل ہوتی اور
مقصود (ان روایات میں) یقین کی خاصیت
کا بیان کرنا ہے نہ کہ اوسکی فضیلت کا
بیان کرنا اور اگر تم کو یہ اشکال واقع ہو کہ
امام غزالیؒ نے اس روایت منکرہ کو کیسے
جائز رکھا (کہ اپنی کتاب میں درج کر دیا) جبکہ
حضرت علیؓ سے اون کا قول منقول ہے
کہ اگر میرے لیے سب پرد اٹھا دیے جاویں

107

الروایة المنکرة مع قول
علیؓ لو کشف لی الغطاء ما
ازددت یقیناً لانہ یستلزم
بلوغ علیؓ الی اقصے
مراتب الیقین وعدم
بلوغ عیسے علیہ
السلام الیہ ویلزم منہ
تفضیل الولی علی النبی
وھو باطل فالملزوم مثلہ
فازحہ بان المراد بہ فی
قول علیؓ علی تقدیر
ثبوتہ ھو الایمان
ولا دلیل علی عدم
بلوغ عیسی علیہ
السلام الی اقصے
مراتبہ بل اقصے
مراتب ایمان
الولی لا یبلغ ادنے
مراتب ایمان النبی
فضلا عن اقصی
مراتبہ فافہم حق الفہم

۱۰۸

تب بھی میرے یقین میں ترقی نہ ہو (بلکہ
جتنا یقین اوسوقت حاصل ہوتا وہ اب بھی
حاصل ہے اور اشکال) اس لئے (ہوسکتا ہے
کہ اس سے لازم آتا ہے کہ حضرت علیؓ تو انتہائی
مراتب یقین تک پہونچے ہوئے تھے اور عیسے
علیہ السلام اوس مرتبہ تک پہونچے ہوئے
نہ تھے اور اس سے ولی کی فضیلت نبی
پر لازم آتی ہے اور یہ باطل ہے بس جس سے
یہ بات لازم آتی ہو وہ بھی باطل ہے (پس اس
روایت کی صحت کا احتمال ہی نہیں ہوسکتا
پھر غزالیؒ اسکو کیوں لائے) سو اس
اشکال کو اس طرح زائل کرو کہ مراد یقین سے
حضرت علیؓ کے قول میں بشرطیکہ یہ قول
ثابت بھی ہو ایمان ہے (معنے مراد نہیں جسمیں
کلام ہے) اور اسکی کوئی دلیل نہیں کہ عیسے
علیہ السلام ایمان کے انتہائی مراتب تک
پہونچے ہوئے نہ تھے (نعوذ باللہ منہ) بلکہ ولی کا
انتہائی مرتبہ ایمان کا نبی کے ایمان کے ابتدائی مرتبہ
تک بھی نہیں پہونچتا چہ جائیکہ اوس کے انتہائی
مرتبہ تک پہونچ سکے خوب اچھی طرح سمجھ لو (مزید شرح
اسکی کلید مثنوی دفتر سادس کے عشر ثالث میں ہے)

یہ عالم ایک مسجد میں رہتے تھے اور مسجد کی جنوبی جانب ایک سہ دری تھی آمین پڑھا کرتے تھے مولوی فضل رسول بدایونی ظہر کی نماز سے پہلے یا عصر کی نماز سے پہلے انکی خدمت میں پہنچے اور ان کو اپنی وہ تحریرات سُنائیں جو انھون نے مولانا شہید کے رد مین لکھی تہیں اور ان سے اُنکی تصدیق اور مولانا شہید کی تکفیر چاہی اتنے میں جماعت تیار ہوگئی مولوی صاحب نے فرمایا کہ پہلے نماز پڑھ لیں پھر غور کرینگے مولوی فضل رسول کے ساتھ ایک شخص بھی تھا مولوی صاحب اور موی فضل رسول تو نماز کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے اور وہ انکا ساتھی نہیں اُٹھا اور بیٹھا ہوا حقہ پیتا رہا جب مولوی صاحب نماز پڑھکر تشریف لائے تو انے حقہ پیتے ہوئے دیکھا اسپر مولوی صاحب نے مولوی فضل رسول سے دریافت کیا کہ یہ کون صاحب ہین انھون نے کہا کہ یہ میرے عزیز ہیں مولوی صاحب نے پوچھا کہ یہ تمہارے ساتھ کتنے دنون سے ہین اُنھون نے مدت بتائی اسپر مولوی صاحب نے فرمایا کہ تکفیر کا میرا ارادہ پہلے بھی نہ تھا مگر اتنا ارادہ تہا کہ کچھ آپکے موافق لکھدونگا مگر الحمد للہ کہ اسوقت نماز کی برکت سے مجھ پر ایک حقیقت منکشف ہوئی وہ یہ کہ یہ شخص تمہارا عزیز بھی ہے اور اتنی مدت سے تمہارے ساتھ بھی ہے مگر باوجود اسکے تم اسے مسلمان (نمازی) بھی نہ بنا سکے اور مولوی اسمٰعیل جس طرف کو نکل گیا ہے ہزارون کو دیندار بنا گیا ہے پس قابل تکفیر تم ہو یا کہ مولوی اسمٰعیل لہذا تم میرے پاس سے چلے جاؤ میں کچھ نہ لکھونگا اخیر وہ بے نیل مرام واپس ہوگئے یہ قصہ بیان کر کے خانصاحب نے فرمایا کہ میں اس شخص سے ملا ہون جو مولوی فضل رسول کے ساتھ تھا حالانکہ وہ بڈہا ہوگیا تھا مگر بڑھاپے تک بے نماز تھا اور دنیا کی تمام بازیون مثل کبوتر بازی بٹیر بازی مرغ بازی وغیرہ میں ماہر تھا۔

حاشیہ حکایت (۹۷) قولہ پس قابل تکفیر الخ **اقول** اس بنار پر نہیں کہ تمہارا اثر ساتھی پر نہ ہوا بلکہ اس بنار پر کہ اتنے بڑے خادم اسلام کی تکفیر کی جو بروئے حدیث موجب تکفیر ہے پس حدیث کے جو معنے بھی ہین اسی معنے کر یہ قابلیت بھی ہے تکفیر کی (رشت)

۹۳

(۸۰) خانصاحب نے فرمایا کہ مجھ سے شاہ عبدالرحیم صاحب نے بروایت مولانا گنگوہی بیان فرمایا کہ سید صاحب کے قافلہ کا ریاست رامپور جانے کا ارادہ ہوا یہ زمانہ نواب احمد علی خان کا تھا جب علماء رامپور کو اس ارادہ کی اطلاع ہوئی تو انھون نے آپس میں مشورہ کیا کہ جسطرح بھی ممکن ہو سید صاحب کے لوگون کو بالخصوص مولوی اسمٰعیل صاحب کو نیچا دکھایا جاوے اور مشورہ سے ایک عالم صاحب کو گفتگو کیلئے منتخب بھی کر لیا گیا اس زمانہ مین رامپور مین ایک صاحب شاہ عبدالعزیز صاحب کے شاگرد تھے جو رامپور ہی کے رہنے والے تھے جب ان کو اس مشورہ کی اطلاع ہوئی تو وہ رامپور سے پیدل روانہ ہوئے اور دو تین منزل چلکر سید صاحب کے قافلہ سے ملاقات کی اور ان لوگون سے کہا کہ آپ صاحبون کا رامپور تشریف لیجانا مصلحت نہیں ہے کیونکہ وہاں کے علماء نے آپ لوگون سے مناظرہ کا مشورہ کیا ہے اور وہ مناظرہ پر تلے ہوئے ہیں اور اگر جانا ہی ہے تو اور لوگ جائیں مگر مولوی اسمٰعیل صاحب کا جانا کسیطرح مصلحت نہیں ہے کیونکہ وہان کے علماء انکے خاص طور پر درپے ہیں۔ اسکے بعد وہ خاص طور پر مولوی اسمٰعیل صاحب کے پاس گئے اور ان سے خصوصیت کے ساتھ اس واقعہ کو بیان کیا اور درخواست کی کہ آپ ہرگز رامپور تشریف نہ لیجائیں مولانا نے فرمایا کہ یہ آپ کا احسان ہے کہ آپ نے ہم لوگونکی وجہ سے اسقدر تکلیف گوارا کی اور ہم آپکے ممنون ہیں لیکن یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے جسکی وجہ سے اتنی پریشانی ہو کیونکہ وہ لوگ یا معقول میں گفتگو کرینگے یا منقول میں اگر منقول میں گفتگو کرینگے تو جو باتیں ہمیں معلوم ہونگی ہم اسکا جواب دینگے اور جو نہ معلوم ہونگی ہم صاف کہدینگے کہ ہم نہیں جانتے اور اگر وہ معقول میں گفتگو کرینگے تو عقل خدا نے ہمیں بھی دی ہے وہ اشراقیہ اور مشائیہ کا جمع کیا ہوا گوہ اچھالیں گے اسکے جواب میں ہم بھی اپنی عقل سے گوہ اچھالیں گے دیکھیں وہ کہانتک چلتے ہیں غرض مولانا نے اپنا ارادہ فسخ نہیں کیا اور قافلہ کے ہمراہ مولانا رامپور پہنچے جب وہ رامپور پہنچے ہیں تو حسب قرارداد یا ہمی علماء رامپور نے اپنے منتخب عالم کو مناظرہ کے لئے بھیجا اس نے

۹۴

پہنچکر مولانا سے سوالات شروع کئے اور مولانا نے تمام سوالات کا جواب دیا یہ گفتگو تین روز تک رہی جب سائل کے سوالات کا سلسلہ ختم ہوا تو مولانا نے فرمایا کہ آپ کے سوالات تو ختم ہوئے اب مجھے اجازت ہو تو چند سوالات میں بھی کرون انھون نے اجازت دی مولانا نے صرف چار سوال کئے دو معقول کے اور دو منقول کے مگر انکو جواب نہ بن آیا اسلئے انھون نے مہلت چاہی کہ مین کل جواب دونگا آپ نے اجازت دیدی اگلے دن صبح کی نماز کے وقت انکا حجرہ نہیں کھلا لوگون نے نماز کے لئے اٹھانا چاہا مگر وہان سے کوئی جواب نہ آیا تب لوگونکو شبہ ہوا تو لوگ کواڑ اتار کر اندر داخل ہوئے دیکھا تو وہ عالم صاحب مرے پڑے ہیں اور انھون نے سر مین پتھر مارکر خودکشی کرلی ہے۔

حاشیہ حکایت (۸۰) **قولہ** آپ کا احسان ہے **اقول** یہ ہے ادب مشیر کا کہ اگر اسکے مشورہ پر عمل بھی نہ کیا جاوے تب بھی اُسکی شکرگزاری کرنے یہ نہیں کہ اسکو رد کرنا شروع کردے جیسا آج کل کے متکبرین کا شیوہ ہے **قولہ** ہم صاف کہدینگے کہ ہم نہیں جانتے **اقول** یہ ہے ادب علم دین کا کہ جو بات معلوم نہ ہو بےتکلف لاادری کہدے یہ نہیں کہ اپنے جہل کو مختلف ایچ پیچ سے چھپاوے جیسا کہ آجکل متکبرین کا شیوہ ہے **قولہ** فی آخر القصۃ پتھر مار کر الخ **اقول** ایسا رسوائی کا خوف کیا مگر اس رسوائی سے نہ بچے جبکہ اس قصہ کی شہرت ہوگئی یہ تو دنیا کا خسارہ ہوا کہ جان اور جاہ دونون برباد ہوئے اور آخرت کا خسارہ کہ خودکشی پر استحقاق مواخذہ ہے یہ جُدا رہا احقر کے وجدان میں یہ خسارۂ دارین سزا ہے اہل اللہ کیساتھ عداوت اور آویزش کی بقول عارف شیرازی ؎

بس تجربہ کردیم درین دیر مکافات ✦ با دُردکشان ہرکہ درافتاد برافتاد (**شت**)

۹۵

(۸۱) خانصاحب نے فرمایا کہ خورجہ مین ایک رئیس تھے نواب اعظم علی خان یہ بہت بڑے رئیس تھے مگر اس زمانہ میں لڑکے تھے انکی والدہ مولوی عبدالقیوم صاحب سے بیعت تھیں اور مولوی عبدالقیوم صاحب جب بھوپال سے بڈہانہ وغیرہ جاتے

تو خورجہ میں نواب صاحب کے یہاں ٹھیرتے تھے چونکہ میں بھی خورجہ مین مقیم تھا اور میری
قیام کے زمانہ مین مولانا خورجہ مین تین مرتبہ تشریف لائے اور ہر مرتبہ میں نے
ان سے نیاز حاصل کی اسلیے مجھ سے محبت کرنے لگے تھے اور انکے بڑے صاحبزادے
مولوی محمد یوسف صاحب بھی مجھ سے بہت محبت کرنے لگے ایک مرتبہ مولانا محمد قاسم
صاحب خورجہ تشریف لائے اور مولوی عبد الرحمن خان خورجوی کے مکان پر ٹھیرے سردیونکا
موسم تھا اور چھت کے اوپر چارپائیاں بچھی ہوئی تھین اور مولانا دہوپ مین ٹوپی اتارے
ہوئے ایک چارپائی پر بیٹھے ہوئے تھے اور مولوی احمد حسن صاحب مولانا کی پائتی
بیٹھے ہوئے تھے اور مین دوسری چارپائی پر بیٹھا ہوا تھا اور میرا منہ مولانا کی طرف تہا
اور مولانا کا منہ اس زینہ کی طرف جو چھت پر چڑہنے کے لئے تھا اتنے میں مولوی محمد یوسف
صاحب زینہ پر چڑہے مین نے منہ پھیر کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ مولوی محمد یوسف صاحب ہیں
مولانا نانوتوی نے پہلے انکو کبھی نہ دیکھا تہا اس لئے وہ ان سے واقف نہ تھے مین نے
عرض کیا کہ حضرت یہ مولوی محمد یوسف صاحب ہیں مولوی عبد القیوم صاحب کے صاحبزادے
یہ سُنکر مولانا گھبرا کر ننگے پاؤن اُٹھے اور جاکر انکے قدم پکڑنے کے لئے جھکنا چاہا مگر
مولوی محمد یوسف صاحب نے مولانا کو قدم نہ پکڑنے دیے اب مولانا نے انکو اپنی
چارپائی پر سرہانے بٹھانا چاہا مگر مولوی محمد یوسف صاحب مولانا کے سرہانے بھی
نہ بیٹھے اور جس چارپائی پر میں بیٹھا تھا اسپر بیٹھ گئے تھوڑی دیر تک باتین ہوتی
رہیں اسکے بعد مولوی محمد یوسف صاحب تشریف لیگئے اسکے بعد مولانا ان سے ملنے
کے لئے اسکے قیام گاہ پر تشریف لے گئے مولوی محمد یوسف صاحب نواب اعظم علیخان
کے مکان پر تشریف رکھتے تھے اور نواب صاحب اس زمانہ مین بیمار تھے مولانا ممدوح
مولوی یوسف صاحب کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اسی اثناء میں نواب صاحب کے
چچا نے مولوی محمد یوسف صاحب کے کان مین کچھ کہا اُسکے بعد مولوی محمد یوسف صاحب
نے مولانا سے فرمایا کہ نواب صاحب نوعمر ہیں اور اسلیے دین کی طرف ان کو چندان
توجہ نہیں ہے اگر آپ وعظ فرمادین تو ممکن ہے کہ آپ کی برکت سے انکو اعمال

(باقی آئندہ)

۹۶

مفید الاطفال

مولفہ مولوی قاری محمد حسین صاحب مدرس مدرسہ بیت العلوم شہر مالیگاؤن

یہ مبارک رسالہ علم تجوید کے ابتدائی مسائل میں مولانا موصوف نے علم تجوید کے مبتدی طلبہ کیلئے نہایت سلیس اور عام فہم جدید طرز پر تصنیف فرمایا ہے مخارج وصفات حروف اور قواعد اوقاف وغیرہ کو دلنشین پیرایہ مین بیان کیا ہے جسکو ایک نظر دیکھنے سے تجوید کے ضروری مسائل پر کافی عبور ہو جاتا ہے۔ اس رسالہ کی نسبت حضرت استاذ القراء مولانا حافظ قاری ضیاء الدین احمد صاحب الہ آبادی تحریر فرماتے ہیں۔

مین نے اس رسالہ کو سُنا ماشاء اللہ اسکے مولف نے اکثر ضروری مسائل تجوید محققہ کو اچھے عنوان سے آسان عبارت میں بیان فرمایا ہے جو پڑھنے پڑھانے کیلئے نافع ہے اللہ پاک اسکے مولف مشفقم مولوی قاری محمد حسین صاحب مدرس مدرسہ بیت العلوم مالیگاؤن ضلع ناسک کو جزائے خیر عطا فرمائے اور اس رسالہ کو مقبول انام فرمائے۔

مولانا قاری عبد المعبود صاحب مدرس مدرسہ فرقانیہ لکھنؤ تحریر فرماتے ہیں

رسالہ ماشاء اللہ خوب لکھا ہے۔ دیکھکر طبیعت بہت خوش ہوئی انشاء اللہ درس میں داخل کر لونگا۔

مولوی قاری ابو نعمان محمد فضل الرحمن صاحب مدرس مدرسہ مشاغل العلوم فاروقیہ بنارس تحریر فرماتے ہیں

میں اتباعاً جناب قاری صاحب قبلہ سے ملنے کو گیا تھا بذریعہ بھائی مستجاب الدین صاحب جناب کا رسالہ دیکھنے میں آیا مطالعہ سے بہت مسرت ہوئی مبتدی فن کے لئے نہایت مفید ہے مجکو اس قدر پسند آیا کہ اسیوقت چند عدد اس غرض سے خرید لیا تاکہ نصاب میں داخل کروں۔

اسیطرح دیگر مقتدر علماء وقراء نے اپنی پسندیدگی اور خوشنودی کا اظہار بہت اچھے الفاظ میں کیا ہے اور ابتدائی درجہ تجوید وقرات میں داخل درس کرنیکا مشورہ دیا ہے امید کہ شائقین فن تجوید اس سے فائدہ اٹھائیں گے قیمت تین آنے مع محصول ڈاک۔ تاجرون اور زیادہ مقدار میں خریدنے والے اصحاب کے ساتھ خاص رعایت ہوگی۔

خط وکتابت سے طے ہو سکتا ہے

ملنے کا پتہ

مولوی قاری محمد حسین صاحب مدرس مدرسہ بیت العلوم شہر مالیگاؤن ضلع ناسک

دوسرا پتہ

دفتر مدرسہ بیت العلوم شہر مالیگاؤن ضلع ناسک

المشتہرین

اراکین مدرسہ بیت العلوم شہر مالیگاؤن ضلع ناسک

حکیم الامتہ مجدد والملۃ حضرت مولانا شاہ محمد اشرفعلی صاحب مدظلہم العالی کی تازہ تالیف
یعنی

احکام التجلی من التعلی والتدلی

جناب باری عز اسمہ کا دیدار کب ہوگا کہاں ہوگا۔ کس طرح ہوگا۔ اس باب میں حضرت مدظلہم نے نہایت عجیب و لطیف رسالہ تحریر فرمایا ہی اسمیں تین فصلیں ہیں۔ فصل اول میں دلائل شرعیہ سے یہ تحریر فرمایا ہی کہ دنیا مین دیدار باری تعالیٰ ممتنع ہی۔ فصل دوم مین یہ بیان ہی کہ اس امتناع سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدس مستثنیٰ ہے اور آپکو لیلۃ المعراج مین ظاہری آنکھوں سے دیدار باری تعالےٰ ہوا فصل سوم مین نہایت شرح و بسط سے یہ تحریر فرمایا ہی کہ آخرت مین تمام اہل ایمان کو انہیں ظاہری آنکھون سے دیدار باری تعالیٰ ہوگا اور فلان فلان مقام پر ہوگا اور ہر مقام کے دیدار مین کیا فرق ہے اسکے ساتھ ہی تجلی کے اقسام ذکر فرما کر بہت سے فوائد علمیہ تحریر فرمائے ہیں اسطرح یہ رسالہ اس مبحث میں مفصل و مکمل ہوگیا ہے۔ قیمت تین آنے (۳/) خریداران الہادی کے واسطے دو آنے۔ (۲/)

المصالح العقلیۃ للاحکام النقلیۃ

یعنی اسلامی احکام کی عقلی حکمتیں۔ افسوس ہے کہ خدا تعالےٰ کے احکام بجا لانے اور امر و نہی پر عمل کرنے مین ہزارون حیلے تراشے جاتے اور علتین دریافت کیجاتی ہیں خصوصاً آجکل نئی تعلیم کے اثر سے علت طلبی کی علت اور بھی زیادہ ہوگئی ہے اور اکثر جدید تعلیمیافتہ تحقیق اسباب و علل کو آڑ بنا کر عمل سے بے پرواہ ہوگئے ہیں۔ مگر خدا تعالےٰ جزائے خیر عطا فرمائے حضرت حکیم الامتہ مدظلہم العالی کو کہ المصالح العقلیہ اردو زبان میں تالیف فرما کر آزادان ہند کیلئے رموز و اسرار کا ایسا بیش بہا ذخیرہ جمع فرما دیا ہی جو ایک حق طلب و حق پسند کیلئے ہدایت کا معقول ذریعہ ہوسکتا ہی ورنہ خود پسند و نفس پرست کیلئے تو دفتر بھی کافی نہیں۔ قیمت حصہ اول نو آنے خریداران الہادی کیواسطے سات آنہ۔

ایضاً حصہ دوم ۱۲/ خریداران الہادی کیواسطے ۸/ ایضاً حصہ سوم ۱۲/ خریداران الہادی کیواسطے ۸/

ملنے کا پتہ

محمد عثمان مالک کتبخانہ اشرفیہ دریبہ کلان دہلی